ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۴ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ
۱۲ اگست ۱۹۶۶ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُفْطِرُ مِنَ الشَّھْرِ حَتّٰی نَظُنَّ اَنْ لَا یَصُوْمَ مِنْہُ وَیَصُوْمُ حَتّٰی نَظُنَّ اَنْ لَا یُفْطِرَ مِنْہُ شَیْئًا، وَکَانَ لَا تَشَاءُ اَنْ تَرَاہُ مِنَ اللَّیْلِ مُصَلِّیًا اِلَّا رَاَیْتَہٗ، وَلَا نَائِمًا اِلَّا رَاَیْتَہٗ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہینہ میں افطار کرنا شروع کرتے تو ہم گمان کرتے کہ آپؐ اس مہینہ میں کوئی روزہ ہی نہ رکھیں گے اور جب آپ روزہ رکھنا شروع کرتے تو ہم خیال کرتے کہ آپ اس مہینہ میں افطاری نہیں کریں گے اور اگر تو چاہے کہ رات کے وقت آپ کو نماز پڑھتا ہوا نہ دیکھے تو یہ تو دیکھ لیتا اور تو اگر چاہے کہ آپ کو سوتا ہوا پائے تو آپ کو سوتا ہوا پاتا۔

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ اِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً۔ تَعْنِیْ فِی اللَّیْلِ۔ یَسْجُدُ السَّجْدَۃَ مِنْ ذٰلِکَ قَدْرَ مَا یَقْرَأُ اَحَدُکُمْ خَمْسِیْنَ اٰیَۃً قَبْلَ اَنْ یَرْفَعَ رَأْسَہٗ، وَیَرْکَعُ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ، ثُمَّ یَضْطَجِعُ عَلٰی شِقِّہِ الْاَیْمَنِ، حَتّٰی یَاْتِیَہُ الْمُنَادِیْ لِلصَّلٰوۃِ، رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں (تہجد کی) گیارہ رکعت پڑھتے اور اس نماز میں سجدہ اتنا لمبا کرتے جتنی دیر میں تم میں سے کوئی پچاس آیات پڑھے، اپنے سر کو اٹھانے سے پہلے پہلے اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے اور اس کے بعد اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے۔ یہاں تک کہ مؤذن (اذان دینے والا) آپ کو نماز کی اطلاع کرنے کے لئے آتا (اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے)

وَعَنْھَا قَالَتْ: مَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَزِیْدُ۔ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِہٖ۔ عَلٰی اِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً؛ یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِھِنَّ وَطُوْلِھِنَّ، ثُمَّ یُصَلِّیْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِھِنَّ وَطُوْلِھِنَّ، ثُمَّ یُصَلِّیْ ثَلَاثًا، فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ؟ فَقَالَ: "یَا عَائِشَۃُ اِنَّ عَیْنَیَّ تَنَامَانِ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ"، مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں اور نہ غیر رمضان میں (تہجد میں) گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ پہلے آپ چار رکعت پڑھتے تھے سو یہ نہ پوچھو کہ وہ کیسی عمدہ اور کس قدر لمبی ہوتی تھیں۔ پھر چار اور پڑھتے تھے۔ سو یہ نہ پوچھو کہ وہ کیسی عمدہ اور کس قدر لمبی ہوتی تھیں۔ پھر تین رکعت (وتر) پڑھتے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے قبل ہی سو جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا۔ اے عائشہؓ! میری آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن میرا قلب نہیں سوتا۔ (بخاری ومسلم)

وَعَنْھَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَنَامُ اَوَّلَ اللَّیْلِ وَیَقُوْمُ اٰخِرَہٗ فَیُصَلِّیْ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے ابتدائی حصہ میں آرام فرماتے، اور آخر حصہ میں قیام فرماتے پھر نماز پڑھتے۔ (بخاری ومسلم)

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃً فَلَمْ یَزَلْ قَائِمًا حَتّٰی ھَمَمْتُ بِاَمْرِ سُوْءٍ قِیْلَ: مَا ھَمَمْتَ؟ قَالَ: ھَمَمْتُ اَنْ اَجْلِسَ وَاَدَعَہٗ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ برابر قیام فرما رہے تھے۔ حتیٰ کہ میں نے امر سوء کا ارادہ کر لیا۔ فرمایا۔ میں نے یہ ارادہ کیا کہ بیٹھ جاؤں۔ اور حضور کا ساتھ چھوڑ دوں۔ (بخاری ومسلم)

وَعَنْ حُذَیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَۃٍ فَافْتَتَحَ الْبَقَرَۃَ، فَقُلْتُ: یَرْکَعُ عِنْدَ الْمِائَۃِ، ثُمَّ مَضٰی، فَقُلْتُ: یُصَلِّیْ بِھَا فِیْ رَکْعَۃٍ، فَمَضٰی، فَقُلْتُ: یَرْکَعُ بِھَا، ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ فَقَرَاَھَا، ثُمَّ افْتَتَحَ اٰلَ عِمْرَانَ فَقَرَاَھَا یَقْرَأُ مُتَرَسِّلًا اِذَا مَرَّ بِاٰیَۃٍ فِیْھَا تَسْبِیْحٌ سَبَّحَ، وَاِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَاَلَ، وَاِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ، ثُمَّ رَکَعَ فَجَعَلَ یَقُوْلُ: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ، فَکَانَ رُکُوْعُہٗ نَحْوًا مِّنْ قِیَامِہٖ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ، ثُمَّ قَامَ طَوِیْلًا قَرِیْبًا مِّمَّا رَکَعَ، ثُمَّ سَجَدَ، فَقَالَ: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی فَکَانَ سُجُوْدُہٗ قَرِیْبًا مِّنْ قِیَامِہٖ، رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ چنانچہ آپ نے سورہ بقرہ کی تلاوت شروع کی۔ میں کہنے لگا کہ (شاید) آپؐ سو آیت پر رکوع فرمائینگے چنانچہ آپؐ پڑھتے رہے۔ پھر میں نے سوچا کہ اس کو ایک رکعت میں پڑھیں گے لیکن آپ پڑھتے رہے۔ میں نے سوچا۔ اس سورت کے ختم پر رکوع کریں گے لیکن آپ نے سورۂ نساء شروع کر دی اس کو پڑھا تو آل عمران شروع کی۔ اس کو پڑھا اور آپ ترتیل کے ساتھ قرأت کر رہے تھے۔ جب آپ کسی تسبیح کی آیت پر گذرتے تو تسبیح فرماتے — اور سوال کے موقع سے گذرتے تو سوال کرتے اور تعوذ کے مقام سے گذرتے

(باقی ص ۱۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ — لاہور

خدام الدین

ایڈیٹر مناظر حسین نظرؔ — ٹیلیفون ٦٧٥٤٥

سالانہ گیارہ روپے — ششماہی چھ روپے

جلد ١٢ — ٢٤ رجادی الثانی ١٣٨٦ھ بمطابق ١٢ اگست ١٩٦٦ء — شمارہ ١٣

بھارت اور ایٹم بم

پاکستانی عوام کو ان خبروں سے کوئی تعجب نہیں ہوا۔ کہ ہندوستان جلد ہی ایٹمی تجربہ کرنے والا ہے۔ اور وہ ایٹم بم بنانے میں کامیاب ہو چکا ہے — یہ خبر سننے کے لئے پاکستانی عوام کے کان تو اسی دن تیار ہو گئے تھے جب آل انڈیا کانگرس ہائی کمان کے مشورے سے بھارتی کابینہ نے ایٹم بنانے کا فیصلہ کیا تھا —— بھارتی حکمران اور لیڈر گذشتہ سترہ روزہ جنگ میں ہر محاذ پر شرمناک شکست و ہزیمت سے دوچار ہونے کے بعد اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ پاکستان کو میدانِ جنگ میں نیچا دکھانا اُن کے بس سے قطعی باہر ہے چنانچہ انہوں نے آخری داؤ لگانے کی ٹھان لی اور وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ ایٹم بم بنا کر ہی وہ پاکستان کے منہ آ سکتے ہیں۔ ان کے اسی خوف ناک، عاقبت نا اندیشانہ اور بہیمانہ جذبے نے انہیں ایٹم بم بنانے میں مصروف کر دیا۔ اور اب بھارتی زعماء جن کی زبانیں کبھی عدم تشدد اور اہنسا کا وعظ کہتے ہوئے نہ تھکتی تھیں پورے برصغیر کو آگ اور خون کے جہنم میں دھکیلنے کے منصوبے بنانے میں سرگرم کار ہیں —— بھارتی لیڈروں کا یہ فیصلہ اس خوش فہمی کا آئینہ دار ہے کہ ان کے وسائل زیادہ ہیں، امریکہ اور روس ان کی پشت پناہی کر رہے ہیں اور ہندوستان والوں کے تو دو ہاتھ موجود ہیں مگر پاکستان والے ان سے محروم ہیں۔ اس لئے بھارتی درندے جو چاہیں گے کر گذریں گے۔ اور پاکستانی منہ دیکھتے رہ جائیں گے —— حالانکہ ایک ادنیٰ عقل کا آدمی بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ چاہے وسائل و ذرائع کے اعتبار سے کتنا ہی کمزور و نادار اور بے سہارا کیوں نہ ہو جب اس پر حملہ کیا جائے تو وہ جان کی قیمت پر بھی جوابی حملہ ضرور کرتا ہے اور جان دے کر بھی آن کو برقرار رکھتا ہے اور پاکستان تو بحمد اللہ بھارت کے دَم خم دیکھ چکا ہے جس کے نتیجے میں بھارتی طاقت کا ہوّا اس کے دل و دماغ سے نکل چکا ہے اور نہ صرف پاکستانیوں کی نظریں بلکہ دنیا کے تمام حقیقت پسندوں کی نگاہ میں بھارت کی طاقت کا بھرم کھل چکا ہے۔ کس درجہ شرمناک اور انسانیت سوز اقدام ہے کہ بھارتی جنتا تو بھوکوں مر رہی ہے اور بھارتی نیتا ایٹم بم کے خواب دیکھ رہے ہیں —— بہرحال پاکستانی وزارتِ خارجہ کے ترجمان نے موجودہ صورتِ حالات کے پیشِ نظر صاف طور پر اعلان کر دیا ہے کہ "بھارت نے ایٹمی ہتھیاروں کی تیاری کے سلسلے میں جس پروگرام پر عمل شروع کیا ہے حکومتِ پاکستان اس کے خطرات سے پوری طرح آگاہ ہے اور وہ ملک کی سلامتی و خودمختاری کی حفاظت کے لئے تمام ضروری اقدامات کرے گی" ترجمان نے یہ بھی کہا ہے کہ "اگر بھارت نے ایٹم بم تیار کر لیا تو پاکستان اپنے تحفظ کے پیشِ نظر ہندوستانی ایٹمی حملے کے خطرے کا جواب دینے کے لئے تمام اقدامات عمل میں لائے گا"

ہمارے خیال میں یہ اعلان نہایت ہوشمندانہ، واضح اور صاف ہے مگر پاکستان کو ممکن خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے بہتر سے بہتر عملی قدم اٹھانا چاہئے اور ہندوستان پر واضح کر دینا چاہئے کہ تباہی و بربادی کے جس دہانے کا وہ منہ کھول رہا ہے سب سے پہلے وہی اس کا شکار ہوگا اور پاکستان جوابی کارروائی میں بال برابر کوتاہی نہیں کریگا۔

رہ گئے ہندوستانی لیڈروں کے یہ اعلانات کہ ایٹم بم بنانے کی خبریں غلط ہیں اور ایٹمی قوت کو وہ پُرامن مقاصد کے لئے استعمال کر رہے ہیں یا بھارت ایٹم بم بنانے کی صلاحیت تو رکھتا ہے مگر وہ ایٹم بم نہ بنانے کا اعلان کر چکا ہے تو یہ کھلا ہوا مکر اور فریب ہے۔ بھارتی لیڈروں کی ذہنیت سے واقف لوگ اُن کے بیانات پر کبھی اعتماد نہیں کر سکتے۔ وہ جانتے ہیں کہ بھارت کے حکمران جو چاہتے ہیں وہ کہتے نہیں اور جو کہتے ہیں اُس کے مطابق عمل نہیں کرتے۔ ان کی سیاست کا جزوِ اعظم دھوکہ اور عیاری ہے — اگر بھارت اس سلسلے میں دئیے گئے بیانات کے معاملے میں سچا ہے تو اس نے اپنے ایٹمی ری ایکٹروں کے بین الاقوامی معائنہ کی ہر تحریک مسترد کیوں کر دی ہے — واضح بات ہے کہ جس کا حساب صاف ہو اُسے محاسبے کا کوئی ڈر نہیں ہوتا۔ اگر بھارت اپنے دعوے میں صادق ہوتا۔ تو وہ ایٹمی ری ایکٹروں کے معائنے کی اجازت دے دیتا۔ بھارت کا معائنے کی اجازت نہ دینا اُس کی بد دیانتی کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔ اور اسی سے پاکستانی زعماء کو ہوا کے رُخ کا اندازہ کر لینا چاہئے۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ



۱۰ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ بمطابق ۲۹ رجولائی ۱۹۶۶ء

خدا کی یاد سے دلوں کو آباد رکھیے!

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

مرتب: قاری عبدالحی عابد

الحمد للّٰہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الّذین اصطفٰی: امّا بعد:
فاعوذ باللّٰہ من الشّیطٰن الرّجیم: بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم:۔

بزرگانِ محترم! اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا اور اشرف المخلوقات کے بلند لقب سے نوازا۔ اگر ہمیں حیوان بنا دیتا تو اسے یہ بھی حق حاصل تھا لیکن اُس نے اپنے فضل سے ہمیں اپنی بہترین مخلوق میں پیدا فرمایا۔ پھر ہم پر اللہ جل شانہٗ کا یہ انعام ہے کہ اُس نے ہمیں نماز پڑھنے اور ذکر کی مجلس میں شریک ہونے کی توفیق بخشی۔ فی الحقیقت انسان پیدا ہی اللہ جل شانہٗ کی یاد اور عبادت کے لئے ہوا ہے اور یہ اللہ تعالےٰ کا محض فضل و احسان ہے کہ وہ کسی کو اپنے دروازے پر آنے اور اپنی یاد کی نعمت سے سرافراز فرما دے۔ آخر اللہ کی دوسری مخلوق بھی ہے جو اس وقت لہو ولعب اور برائیوں میں مصروف ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناشکری کا ثبوت دے رہی ہے۔ قانونِ الٰہی یہی ہے کہ شکرگزار بندے جنت کی ہوائیں کھائیں گے۔ اور اللہ تعالےٰ کی لازوال اور ابدی نعمتوں کے مالک بنیں گے اور جو ناشکرے ہیں وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا — جو لوگ عبادت کا حق ادا کریں گے اور یادِ الٰہی کو شعار بنائیں گے ان کی قبریں جنت کے باغ بنیں گی اور جو اپنے مقصدِ زندگی سے رُوگردانی کریں گے اور عبادت سے منہ موڑیں گے ان کی قبریں جہنم کے گڑھے بنیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی عبادت اور اپنی یاد میں شاغل رہنے کی ہمیشہ ہمیشہ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ارشادِ خداوندی ہے۔ فاذکرونی اذکرکم۔ تم میری یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ میری یاد میں شاغل رہنا۔ اور کفرانِ نعمت نہ کرنا تمہارا کام ہے اور تمہیں شکرگزار بندوں میں شمار کرکے تمہاری قبروں کو جنت کے باغ بنا دینا اور جنت کی ابدی نعمتوں سے سرافراز کر دینا میرا کام ہے۔

محترم حضرات! ذکرِ الٰہی سے دنیا میں بھی اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب۔ قبر میں بھی راحت نصیب ہوتی ہے اور آخرت بھی سنور جاتی ہے۔ پس ہمیں اپنی زبانوں کو ہر گھڑی ذکرِ الٰہی سے تر اور اپنے دلوں کو یادِ الٰہی سے آباد رکھنا چاہئے۔

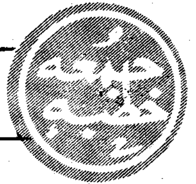
یاد رکھئے! یہ نعمت اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنے اور عقیدت، ادب اور اطاعت کے تار سلامت رکھنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اہل اللہ کی مجلس میں بیٹھنے سے اور ان کے طریق پر عمل کرنے سے باطن کی بینائی نصیب ہوتی ہے۔ اور شریعت پر عمل کی خو بو انسان کی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔ اب انبیاء علیہم السلام ہرگز پیدا نہیں ہوں گے — ختم نبوت کا تاج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر رکھا جا چکا اور نبوّت کا دروازہ آپؐ کے بعد بند ہو چکا ہے لیکن کارِ نبوّت جاری رہے گا — حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے غلام آپؐ کے پیغام کو دوسروں تک پہنچاتے رہیں گے اور نبوّت کے کام کو باقی رکھیں گے۔ کارِ نبوّت کو جاری رکھنا علماءِ کرام اور صوفیائے عظام کا کام ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ رنگ ہے قرآن، رنگ فروش ہیں علماءِ کرام اور رنگ ساز ہیں صوفیائے عظام۔ قرآن و سنّت کا رنگ چڑھا کر صحیح معنوں میں انسان بنانا صوفیائے کرام اور علماءِ ربانی کا فریضہ ہے۔ یہ حضرات انبیاء کے علم و عمل کے وارث ہیں۔ اور انہیں بندگانِ خدا کی صحبت میں علم و عمل کا رنگ چڑھتا ہے۔

آپ حضرات ہر طرف دیکھ جائیے۔ موجودہ دَور میں انسانیت کی خدمت کے بلند بانگ دعاوی کے باوجود انسانیت کا فقدان نظر آتا ہے۔ انسانیت اہل اللہ کے قدموں میں بیٹھنے سے حاصل ہوتی ہے ورنہ انسان حیوانوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ مجھے چند دن ہوئے مَری جانے کا اتفاق ہوا وہاں غیر ملکی اور ملکی کثیر تعداد میں گرمیاں گذارنے آتے ہیں۔ سڑکوں پر جس سمت نگاہ دوڑاؤ بےحیائی کھُل کھیلتی دکھائی دیتی ہے۔ عریانی و بےغیرتی کے مظاہرے ہر طرف نظر آتے ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ انسانیت نے سرپیٹ لیا ہے اور حیوانیت مجسّم ہو کر مَری کی سڑکوں پر آ گئی ہے۔ یہ سب اللہ کی یاد اور کتاب و سنت کی تعلیمات سے غفلت کا نتیجہ ہے۔ دراصل ہم نے اسلاف کا طریق چھوڑ دیا ہے اور غیروں کی نقالی ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ ہم نے جس ملمع سازی کو سب کچھ سمجھ رکھا ہے ایک بہت بڑا فریب ہے۔ بظاہر اسے لوگ آزادی کے نام سے تعبیر کرتے ہیں لیکن درحقیقت یہ انسانیت کی بربادی کا منصوبہ ہے ؎

تجھے تہذیبِ حاضر نے عطا کی ہے وہ آزادی
جو ظاہر میں تو آزادی ہے باطن میں ہے عیاری

اسلام دین اور دنیا دونوں کو سنوارتا ہے لیکن دنیا کو دین کے تابع رکھنے کی تلقین کرتا ہے۔ ایک مسلمان کا مقصود و مطلوب اور محبوب فقط اللہ تعالےٰ جل شانہٗ اور اُس کی رضا کے تحت دنیا کے کام بھی دین بن جاتے ہیں۔ انسان کا اصلی وطن آخرت ہے۔ دنیا اس کے لئے مسافرخانے کی مانند ہے اور اس میں چند روزہ قیام کے بعد بہرحال اُسے

۱۶



۱۷ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ مطابق ۵ راگست ۱۹۶۶ء

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی راہ نجات کی راہ ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم :
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ لا رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

(پ ۱۱ - س التوبہ - آیت ۱۰۰)

ترجمہ: اور جو لوگ قدیم ہیں پہلے ہجرت کرنے والوں اور مدد دینے والوں میں سے اور وہ لوگ جو نیکی میں ان کی پیروی کرنے والے ہیں اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے اُن کے لئے ایسے باغ تیار کئے ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام رح

یعنی جن مہاجرین نے ہجرت میں سبقت و اوّلیت کا شرف حاصل کیا اور جن انصار نے نصرت و اعانت میں پہل کی۔ غرض جن لوگوں نے قبولِ حق اور خدمتِ اسلام میں جس قدر آگے بڑھ بڑھ کر حصے لئے، پھر جو لوگ نکوکاری اور حسن نیّت سے اُن پیشروانِ اسلام کی پیروی کرتے رہے۔ اُن سب کو درجہ بدرجہ خدا کی خوشنودی اور حقیقی کامیابی حاصل ہو چکی۔ جیسے انہوں نے پوری خوش دلی اور انشراحِ قلب کے ساتھ حق تعالےٰ کے احکام تشریعی اور قضاء تکوینی کے سامنے گردنیں جھکا دیں۔ اسی طرح خدا نے اُن کو اپنی رضاء و خوشنودی کا پروانہ دے کر غیر محدود انعام و اکرام سے سرافراز فرمایا۔

حمید بن زیادؒ کہتے ہیں کہ میں محمد بن کعب القرظیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ آنجناب کی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کل صحابہ رضؓ کے متعلق کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کُل صحابہؓ جنتی ہیں چاہے وہ کسی کی نظر میں اچھے ہوں یا بُرے۔ اس پر حمید بن زیادؒ نے عرض کیا کہ آنجناب کے پاس اس فیصلے کی کیا دلیل ہے؟ انہوں نے فرمایا۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ" والی آیت پڑھو۔ کہ اللہ اُن سے راضی ہو گیا۔ وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ط یہ شرط تابعین میں پائی جانی ضروری ہے کیونکہ صحابہ رضؓ سے بعد والے لوگ اُن کی اچھی چال میں ان کا اتباع کریں گے تو ان سے بھی اللہ راضی ہو گا اور انہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔

مقصد

یہ ہے کہ جو مہاجرین و انصار کا مسلک اختیار کرے اور ظاہر و باطن سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چل کر احکامِ خداوندی کی تعمیل میں پوری طرح کوشاں رہے وہی خدا کا محبوب ہے۔ اور ابدی راحتیں صرف اسی کا حصّہ ہیں۔ نیز ایک لطیف پیرایہ میں یہ اشارہ بھی کر دیا گیا ہے کہ ہر ایک نیک کام کی ابتدا بے حد دشوار اور دِقّت طلب ہوتی ہے مگر جس قدر کوئی زیادہ صعب و دشوار اور زیادہ دقّت آفرین ہو گا اسی قدر اس کی قدر و قیمت بھی زیادہ ہو گی۔ چنانچہ:۔

اسی واسطے

آیتِ مذکورہ بالا میں ارشادِ ربانی ہوا کہ وہ سعادت مند لوگ جنہوں نے ابتدائے اسلام ہی میں دین قبول کیا۔ اور پیغمبر اسلامؐ کی آواز پر لبّیک کہا۔ وہی سب سے زیادہ اجر و ثواب کے حقدار ہیں۔ اور اس کے بعد جنہوں نے ان کی اقتداء میں دینِ اسلام قبول کیا۔ اور اپنی زندگیاں اس کے لئے وقف کر دیں چاہیئے کہ آنے والے تمام مسلمان ان کی تقلید کریں اور اُن جیسا شوق و اخلاص اور ان جیسی محبت و الفت اپنے دلوں میں پیدا کر کے اسلام کی خدمت کے لئے آمادہ ہوں۔

صحابہؓ و تابعینؒ کی شان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:۔

لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَاٰنِيْ اَوْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِيْ۔

یعنی اس شخص کو جس نے حالتِ اسلام میں مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی

رضاء کا مقام

سب سے بڑی بات جو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق فرمائی وہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:۔

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ط ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ع

(پ ۱۰ - س التوبہ - آیت ۷۲)

یعنی اللہ کی رضاء اللہ کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ہے اور اس کو پا لینا سب سے بڑی کامیابی ہے۔ گویا صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اُس مقام اعلیٰ و ارفع پر فائز ہیں۔ جو انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے بلند و برتر مقام ہے اور جنت میں سب سے اونچا درجہ ہے ___ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درجے کو بھی کوئی شخص نہیں پہنچ سکتا۔

دوسری شہادت

قولہ تعالےٰ :۔

لَا يَسْتَوِي مِنكُمْ مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ط أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا ط وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ط

(پ ۲۷ - سورہ الحدید - آیت ۱۰)

ترجمہ: تم میں سے اور کوئی اس کے برابر ہو نہیں سکتا۔ جس نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا ___ یہ ہیں کہ اللہ کے نزدیک جن کا بڑا درجہ ہے۔ ان لوگوں پر جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور جہاد کیا اور اللہ نے ہر ایک سے نیک جزا کا وعدہ کیا ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام رح

یعنی یوں تو اللہ کے راستے میں کسی وقت بھی خرچ کیا جائے اور جہاد کیا جائے وہ اچھا ہے۔ خدا اس کا بہترین بدلہ دنیا یا آخرت میں دے گا۔ لیکن جس مقدور والوں نے فتح مکہ یا صلح حدیبیہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا وہ بڑے درجے لے اُڑے ___ بعد والے مسلمان اُن کو نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ وہ وقت تھا کہ حق کے ماننے والے اور اس پر لڑنے والے اقل قلیل تھے اور دنیا کافروں اور باطل پرستوں سے بھری ہوئی تھی۔ اس وقت اسلام کو جانی اور مالی قربانیوں کی ضرورت زیادہ تھی اور مجاہدین کو بظاہر اسباب واموال غنائم وغیرہ کی توقعات بہت کم۔ ایسے حالات میں ایمان لانا اور خدا کے راستے میں جان و مال لٹا دینا بڑے اولوالعزم اور پہاڑ سے زیادہ ثابت قدم انسانوں کا کام ہے۔ فرضی اللہ عنہم ورضوا عنہ و رزقنا اللہ اتباعھم وحبھم۔ آمین۔

حاصل

یہ نکلا کہ فتح مکہ یا صلح حدیبیہ سے پہلے جن لوگوں نے جہاد کیا اور اسلام کی خاطر اپنی دولت خرچ کی چونکہ انہوں نے ایک آڑے وقت میں تمام نتائج و عواقب سے بے نیاز ہو کر محض رضائے ایزدی کے لئے اپنا تن من دھن لٹایا تھا خدا نے ان کو وہ درجات عطا کئے جو بعد والوں کو نصیب نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ حق تعالےٰ سبحانہٗ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اسی لئے بھلائی یعنی اچھے انجام اور کامیاب بنانے کا وعدہ فرما لیا ہے۔ (وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۔)

اَلْحُسْنٰی

کے ایک معنی لغت میں مومن کا آخری اعلیٰ مرتبہ بھی تحریر ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ جل شانہٗ و عم نوالہٗ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مومنین کے آخری اعلیٰ مقام پر پہنچانے کا وعدہ فرما رکھا ہے اور ظاہر ہے۔ صرف اس ایک منصب پر لاکھوں امارتیں اور سینکڑوں خانہ ساز امامتیں قربان کی جا سکتی ہیں۔ اصل امام حقیقی مقتداء اور پوری امت کے تمام اولیائے عظام کے پیشوا یہی صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں اور انہیں کے طریق پر چل کر خدا کی خوشنودی اور ولایت و امامت کے مقامات نصیب ہو سکتے ہیں۔

صحابۂ کرام کا طریق

قولہ تعالےٰ :۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ز سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ط

ترجمہ: محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں کفار پر سخت ہیں۔ آپس میں رحم دل ہیں۔ تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع و سجود کر رہے رہتے ہیں۔ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی تلاش کرتے ہیں۔ ان کی شناخت ان کے چہروں میں سجدہ کا نشان ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرامؓ کا طریق یہ ہے کہ وہ کافروں کے مقابلے میں سخت، مضبوط اور قوی ہیں جس سے کافروں پر رعب پڑتا ہے اور کفر سے نفرت و بیزاری کا اظہار ہوتا ہے لیکن اپنے دینی بھائیوں کے ہمدرد و مہربان اور ان سے نرمی و مہربانی اور تواضع و انکسار سے پیش آنے والے ہیں۔ ان کا دستور یہ ہے کہ نمازیں کثرت سے پڑھتے ہیں اور جب دیکھو رکوع و سجود میں پڑے ہوئے اللہ کے سامنے نہایت اخلاص و محبت کے ساتھ وظیفۂ عبودیت ادا کر رہے ہیں ___ ریاء و نمود اُن کے پاس بھی پھٹکنے نہیں پاتے۔ بس ہر گھڑی اور ہر آن انہیں اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی تلاش ہے۔ وہ وہی کام کرتے ہیں جس سے اللہ راضی ہو۔ نمازوں کی پابندی اور خصوصاً تہجد کی نماز سے والہانہ شغف کے باعث ان کے چہروں پر خاص قسم کا نور اور رونق ہے۔ ان کے مقدس چہرے نور ایمان و اخلاص سے چمک دمک رہے ہیں اور بقول شیخ الاسلام مرحوم گویا خشیت و خشوع اور حسن نیت و اخلاص کی شعاعیں باطن سے پھوٹ پھوٹ کر ظاہر کو روشن کر رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ اپنے چہروں کے نور اور مستغنیانہ چال ڈھال سے لوگوں میں الگ پہچانے جاتے تھے۔

برادران عزیز! صحابۂ کرام کے طرز زندگی کو سامنے رکھئے اور اندازہ فرمائیے کہ وہ کس درجہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتے تھے اور کس طرح ان کی پاکیزہ زندگیاں رضائے مولا بر ہمہ اولیٰ کی آئینہ دار تھیں ___ اُن کا مقصود ریاء، نام آوری، شہرت یا دنیوی اغراض ہرگز نہ تھے بلکہ وہ ہمہ وقت اللہ جل شانہٗ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے حصول میں لگے رہتے تھے۔ پس ہمیں بھی چاہئے

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

ابو عبد الرحمٰن لودھیانوی، شیخوپورہ

سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلّم

کی ایک جھلک

حضرت عیسٰی علیہ السلام کے تقریباً چھ سو برس بعد ملک عرب کے مشہور شہر مکّہ اور قریش کے معزز خاندان میں حضرت آمنہ کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا۔ ؎

ہوئے پہلوئے آمنہ سے وہ پیدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا

ماں نے خواب میں بشارت پاکر اپنے لاڈلے بیٹے کا نام احمدؐ رکھا اور دادا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلّم۔

مورّخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ماں نے آپؐ کا نام احمد پہلے رکھا تھا۔ آپؐ کی پیدائش سے ابراہیمؑ خلیلُ اللہ کی دعا اور مسیحؑ کی بشارت پوری ہوگئی۔

آنحضرتؐ کا بچپن یتیمی میں گذرا۔ دادا اور چچا کی زیر نگرانی تربیّت پائی۔ لڑکپن میں شام کا پہلا سفر کیا۔ ذرا جوان ہوئے تو جنگِ فجار میں چچا کے ہمراہ شامل ہوئے حلف الفضول کے مشہور سمجھوتے میں آپؐ بھی شریک تھے۔ آپؐ کو اجتماعی اور سوشل کاموں سے بڑی دلچسپی تھی۔ عوام کی بہتری کے لئے آپؐ ہر وقت کوشاں نظر آتے تھے۔ بچپن میں جب والدہ ماجدہ کے ساتھ یثرب گئے تو وہاں ایک باؤلی میں تیرنے کی کوشش کی۔

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے سرِ مبارک پر تاجِ ختمِ نبوت رکھا اور آپؐ کی ذاتِ گرامی میں وہ تمام اوصافِ حمیدہ اور فضائل پسندیدہ جمع کر دیئے جو انفرادی طور پر تمام انبیاءِ کرام میں موجود تھے۔ آدم علیہ السلام نے اللہ سے سب چیزوں کے نام سیکھ کر اپنی اولاد کو سکھلائے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے لوگوں کو کتاب و حکمت کی تعلیم دی اور وہ علوم و معارف سکھائے جو لوگوں کو معلوم نہ تھے۔ آدم علیہ السلام کے اشرف المخلوقات ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے فرشتے ان کے سامنے سرنگوں ہو گئے لیکن اللہ نے حضرت محمدؐ کو خیر البشر و سید المرسلین بنا کر آپؐ پر خود درود بھیجا اور فرشتوں کو حکم دیا کہ ہر وقت آپؐ پر درود بھیجتے رہیں۔

حضرت ادریسؑ کے بارے میں قرآن میں ارشاد فرمایا۔

"ہم نے ادریسؑ کو درجۂ عالی پر بلند کیا"، وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا۔ پ۱۶۔ ع ۷۔

آنحضرت کے حق میں فرمایا۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ پ۳۰ ع ۱۹

(ترجمہ) ہم نے تیرے ذکر کو بلند کیا۔

آپؐ کی شان اور ذکر کی بلندی و رفعت ملاحظہ ہو کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا نام آتا ہے وہاں آپؐ کا نام بھی ضرور آتا ہے۔ کلمۂ توحید، اذان، تکبیر، درود شریف سب میں خدا اور حبیبِ خدا کا ذکر برابر آتا ہے۔

سب پیغمبر اپنی اپنی قوم اور اپنے اپنے زمانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ لیکن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم کو تمام کائنات کی طرف اور ہر زمانہ کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا پ۹ ع ۱۰

(ترجمہ) تمام نوعِ انسانی کو کہہ دو، کہ میں تم سب کی طرف خدا کا رسول ہوں۔

حضرت ابراہیمؑ نے نمرود کے عہد میں بتخانہ کے بتوں کو پاش پاش کیا لیکن رسول مقبولؐ نے فتح مکّہ کے دن کعبہ کے ۳۶۰ بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

حضرت یوسفؑ کو زنداں میں رہنا پڑا۔ بھائیوں نے گمنام کنویں میں پھینک دیا۔ وطن عزیز کو چھوڑنا پڑا۔ لیکن آنحضرتؐ کو بھی شعب ابی طالب میں تین سال محصور رہنا پڑا اور غار ثور کی تاریکیوں میں تین دن گزارے۔

اگر خدا تعالیٰ حضرت موسیٰؑ سے ہمکلام ہوا تو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو معراج میں اپنا قرب و نزدیکی عطا کر کے ہم کلامی کے شرف سے نوازا۔

اگر حضرت ہارونؑ کو فصاحت و بلاغت سے نوازا گیا تو نبی امّی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اَفْصَحُ الْعَرَبِ قرار دے کر فصاحت و بلاغت کا بہرۂ وافر عطا کر کے ذُروۂ اعلیٰ پر پہنچا دیا۔ تمام قبائل کے لہجے اور بولیوں میں بھی آپؐ کو یدِطُولیٰ حاصل تھا۔

حضرت سلیمانؑ کی طرح آپؐ کا کلام جنّات نے بھی سنا اور وہ بھی آپؐ کی نبوّت و رسالت پر ایمان لائے۔ آپؐ مسیحؑ کی طرح جھٹلائے اور ستائے گئے پھر بھی صابر و شاکر ہی پائے گئے۔

آپؐ نے زکریا علیہ السلام کی طرح خدا کے گھر کی عظمت و حرمت کو از سرِ نو زندہ فرمایا۔

آپؐ نے ایّوب علیہ السّلام کی طرح صبر و شکیبائی کے ساتھ شعبِ ابی طالب میں تین برس تک محصور رہنا گوارا کیا مگر تبلیغ حق سے باز نہ آئے۔

آپؐ نے سلیمانؑ کی طرح مدینہ منوّرہ میں خدا کی عبادت کے لئے مسجدِ نبوی کی بنیاد رکھی۔ جہاں ہر وقت توحید کی روشنی جلوہ افروز ہوتی اور ذکرِ الٰہی میں زبان زمزمہ سنج رہتی ہے۔

آپؐ موسیٰؑ کی طرح صاحبِ حکومت اور ہارونؑ کی طرح صاحبِ امامت تھے۔

آپؐ کی ذاتِ اقدس میں نوح علیہ السلام کی گرم جوشی، ابراہیم خلیل اللہ کی سی نرم دلی، یوسف علیہ السلام جیسی عفو و درگذر، داؤد علیہ السلام کی سی فتوحات یعقوب علیہ السلام کا سا صبر، سلیمانؑ کی سطوت وجبروت، عیسٰیؑ علیہ السلام کی طرح انکسار و تواضع، زکریا علیہ السلام کا سا زہد و عبادت، اسماعیلؑ جیسا ایثار و قربانی اور تسلیم و رضا پورے طور پر موجود تھے۔ ؎

اے کہ بر تختِ سیادت ز ازل جا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپؐ بڑے صائب الرّائے تھے۔ ہمیشہ بڑے سادہ مگر صاف ستھرے رہتے تھے باوجود حاضر جواب ہونے کے وقار اور ادب کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہیں پایا۔ آپؐ کا سیاسی تدبر اور عسکری قیادت اپنی نظیر نہیں رکھتا۔

آپؐ نے اپنے کردار اور تعلیم سے دنیا کی کایا پلٹ دی نظامِ کہنہ کے ظلموں کو حرفِ غلط کی طرح مٹا کر نیا عادلانہ

نظامِ حیات قائم کیا۔ اخلاقِ حسنہ کی بنیاد رکھی اور عمدہ خصلتوں کی رسم ڈالی۔

آپ نے جور وظلم مٹانے کے لئے تلوار بھی اٹھائی۔ سرکش حکمرانوں اور ظالم سرداروں کے خلاف لشکر کشی کر کے جمہور کو ذلت سے نکال کر عزت کی زندگی بخشی۔ آپ نے ایسے قوانین نافذ کئے جو عدل و انصاف پر مبنی تھے اور جن میں عوام کا بھلا تھا آپ نے جمہور کو ذہنی غلامی سے نجات دلا کر سرمایہ داروں کے مظالم سے رہائی دلائی۔

آپ نے امیر وغریب اور بندہ و آقا کے امتیازات ختم کر کے ایک ایسا معاشرہ قائم کیا جس میں عزت و شرافت کا معیار دولت و ثروت اور نسل و نون نہ تھا بلکہ ذاتی خوبیاں اور انفرادی نیکیاں معیار قرار دی گئیں۔

آپ نے توحید کی اشاعت کر کے انسانی شرافت اور بزرگی کو بلند تر کر دیا۔

آپ خدا کے آخری پیغمبر ہیں آپ کے بعد اور کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ آپ کی امت آخری امت ہے اور قرآن مجید خدا کی آخری کتاب،

آپ کا کام بڑا مشکل تھا۔ آپ کی منزل بڑی کٹھن تھی۔ لیکن آپ نے بڑی حوصلہ مندی، بڑی ہمت و جسارت، بڑی بیباکی اور حق گوئی سے ۲۳ سال کی قلیل مدت میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ دنیا محوِ حیرت رہ گئی۔ آپ نے ایک جاہل اور اُجڈ قوم میں ان کے ذریعہ سے ساری دنیا میں ذہنی انقلاب پیدا کیا۔ اجتماعی اور سماجی انقلاب پیدا کیا، سیاسی اور مذہبی انقلاب پیدا کیا اقتصادی اور معاشی انقلاب پیدا کیا۔ آپ نے ایک ایسا دستور العمل دنیا کو عطا کیا جس کی نظیر نہیں ملتی۔

آپ کی زندگی ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے اگر آج ہم جادۂ توحید پر گامزن ہونے کا تہیہ کر لیں اور صراطِ محمدی کو اپنے لئے شاہراہ بنا لیں تو فلاح و کامرانی آج بھی ہمارے قدم چومنے لگے۔ ہم پھر سے نئے نظامِ حیات کی بنیاد رکھیں۔ ساری خدائی اور پوری کائنات ہماری بن جائے گی۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

خطبۂ تبوک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں ایک اہم اور یادگار خطبہ ارشاد فرمایا جس کا ایک ایک لفظ پند و نصیحت کا بحرِ زخار ہے۔ آپ نے فرمایا۔

سب سے سچی کتاب قرآن ہے۔ سب سے بڑا سہارا تقویٰ ہے، سب سے اچھا دین، دین ابراہیمی ہے، سب سے بہتر طریقہ محمدی طریقہ ہے، سب سے اچھی بات ذکرِ الٰہی ہے۔ سب سے عمدہ بیان قرآن ہے، سب سے اچھے کام عزیمت کے کام ہیں۔ دین میں نئے رخنے (بدعت) بدترین چیز ہے بہترین راہ انبیاء کی راہ ہے، معزز ترین موت شہادت کی موت ہے۔ ہدایت کے بعد گمراہی بدترین قسم کی محرومی بصارت ہے، سب سے اچھا کام وہ ہے جو نفع پہنچائے۔ سب سے اچھی راہ وہ ہے جس پر چلیں۔ دل کی تاریکی بدترین تاریکی ہے، دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے، ضرورت پوری کرنے والی تھوڑی چیز بھی، غفلت میں ڈالنے والی زیادہ چیز سے بہتر ہے، موت کے وقت کی توبہ، بدترین توبہ ہے۔ اور بدترین ندامت، قیامت کے دن کی ندامت ہے۔

ایسے لوگ بھی ہیں جو جمعہ میں آخری وقت میں شامل ہوتے ہیں۔ اور ایسے بھی ہیں جو خدا کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔

سب سے بڑا گناہ جھوٹی زبان ہے۔ سب سے بڑی دولت دل کی دولت ہے۔ بہترین توشہ تقویٰ ہے۔ خوفِ خدا حکمت و دانائی کی اساس و بنیاد ہے۔ دل میں جاگزین ہونے والی سب سے اچھی چیز یقین ہے شک ایک گونہ کفر ہے۔ میت پر نوحہ کرنا جاہلیت کی رسم ہے۔ خیانت کرنا، دوزخ کی آگ مول لینا ہے۔ شراب گناہوں کا سرچشمہ ہے۔ یتیم کا مال کھانا بدترین روزی ہے۔ سعادتمند اور خوش نصیب وہ ہے جو دوسروں سے عبرت حاصل کرے عمل کا دارو مدار خاتمہ پر ہے جھوٹا خواب بدترین خواب ہے مسلمان کو گالی دینا جرم ہے، مسلمان کو قتل کرنا کفر ہے۔ کسی مسلمان کی غیبت کرنا گناہ ہے، مسلمان کا مال اور جان دونوں قابلِ عزت و احترام ہیں۔

جو شخص کسی دوسرے کو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے معاف کرے گا۔ جو غصہ پی جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے اجر دے گا، جو کوئی مصیبت پر صبر کرتا ہے اللہ کے ہاں، اچھا بدلہ پائیگا اور جو شخص کی نافرمانی کرتا ہے۔ اللہ اُسے عذاب دیگا۔

اس کے بعد آپ نے تین مرتبہ استغفار پڑھکر خطبہ ختم کیا۔

خطبۂ حج

اے لوگو! میری بات سنو، کیونکہ شائد اس سال کے بعد اس جگہ میں تم سے کبھی نہ مل سکوں۔

اے لوگو! تم پر تمہارا خون، اور تمہارا مال اور تمہاری عزت یعنی ایکدوسرے کو قتل کرنا اور ایکدوسرے کا مال لوٹنا اور ایک دوسرے کی عزت پر ہاتھ ڈالنا قیامت تک کے لئے اسی طرح حرام ہے جس طرح آج کے دن اور اس مہینہ میں خون بہانا حرام ہے۔

تم عنقریب اپنے رب کے سامنے جاؤ گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت پوچھیگا۔ میں نے حق بات تمہیں پہنچا دی ہے۔ جس کسی کے پاس امانت ہو وہ اس کے مالک تک پہنچا دے۔

ہر قسم کا سود باطل ہے، تم اپنا اصل مال لے لو سود چھوڑ دو۔ اس طرح نہ تم پر ظلم ہوگا اور نہ تم دوسروں پر ظلم کرو گے۔ اللہ کا فیصلہ یہی ہے۔ کہ سود جائز نہیں جاہلیت کے سارے خون چھوڑے جاتے ہیں۔ شیطان کے فریب سے بچتے رہو۔

"اے لوگو! تمہاری عورتوں پر تمہارا کچھ حق ہے اور عورتوں کا تم پر کچھ حق ہے۔ تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہاری عزت کی حفاظت کریں۔ اُن کا حق یہ ہے کہ تم انہیں اچھی طرح کھلاؤ، پلاؤ اور پہناؤ، عورتوں سے اچھا سلوک کرو اور ان کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔

"اے لوگو! میری بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ میں نے حق بات تمہیں پہنچا دی ہے۔"

میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رہو گے تو گمراہ نہ ہونے

(باقی ص ۱۲ پر)

دورِ نبوّت کے ایک شکم سیر طاغی کا عبرت ناک انجام

— جس نے زکوٰۃ کو سب سے پہلے ٹیکس قرار دیا —

مولانا محمد یوسف مدرسہ احیاء العلوم - ماموں کانجن

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ؛
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؛-

وَمِنْهُم مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ○ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ○

(پ ۱۰ - س التوبہ - ع ۱۰)

ترجمہ : اور ان میں بعضے آدمی ایسے ہیں کہ خدا تعالےٰ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالےٰ ہم کو اپنے فضل سے (بہت سا مال) عطا فرما دے تو ہم خوب خیرات کریں - اور ہم خوب نیک نیک کام کیا کریں - سو جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے (بہت سا) دے دیا - تو اس میں بخل کرنے لگے - (کہ زکوٰۃ نہ دی) اور (اطاعت سے روگردانی کرنے لگے) اور وہ تو روگردانی کے (پہلے ہی سے) عادی ہیں - سو اللہ تعالےٰ نے ان (کے اس فعل) کی سزا میں ان کے دلوں میں نفاق (دائم) کر دیا جو خدا کے پاس جانے کے دن تک (یعنی دم مرگ تک) رہے گا - اس سبب سے کہ انہوں نے خدا تعالےٰ سے اپنے وعدہ میں خلاف کیا اور اس سبب سے کہ وہ (اس وعدہ میں شروع ہی میں) جھوٹ بولتے تھے (یعنی نیت ایفاء کی اس وقت بھی نہ تھی) کیا ان (منافقین) کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالےٰ کو ان کے دل کا راز اور ان کی سرگوشی سب معلوم ہے ، اور یہ کہ اللہ تعالےٰ تمام غیب کی باتوں کو خوب جانتے ہیں (ترجمہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ)

ترجمان القرآن سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیات ثعلبہ بن حاطب کے حق میں نازل ہوئیں - اس کا مفصّل واقعہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے امام ابن جریر اور حافظ ابن کثیر رحمہما اللہ نے اس طرح نقل کیا ہے کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا - "دعا کیجئے ! اللہ تعالےٰ مجھے مال عطا فرمائیں" - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ثعلبہ ! تھوڑا مال جس کا شکر ادا کر سکو اس زیادہ سے بہتر ہے جس کی تجھے طاقت نہ ہو -" اس نے دوبارہ یہی درخواست کی - آپؐ نے فرمایا کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ تیری حالت نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سی ہو - اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے - اگر میں چاہتا کہ پہاڑ میرے ساتھ سونا اور چاندی بن کر چلیں تو چلنے لگتے -" اس نے کہا - اگر آپ دعا کر دیں کہ اللہ تعالےٰ مجھے مال عطا فرمائیں تو میں ہر حقدار کا حق ادا کروں گا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی - "اے اللہ ! ثعلبہ کو مال دے -" اس نے کچھ بکریاں لیں وہ کیڑوں کی طرح بڑھنا شروع ہوئیں - مدینہ طیبہ میں اسے رہائش کی تنگی محسوس ہوئی ، مدینہ طیبہ سے کچھ فاصلہ پر ایک میدان میں ڈیرے ڈال دئے ، پہلے تمام نمازیں باجماعت مسجد نبویؐ میں ادا کیا کرتا تھا ، اب ظہر اور عصر کے لئے آتا اور باقی نمازوں میں جماعت سے غیر حاضر رہنے لگا - بکریوں میں مزید اضافہ ہوا تو اس سے بھی زیادہ فاصلہ پر ایک وادی کا انتخاب کیا اب پنجوقتہ نمازوں سے غائب رہنے لگا البتہ جمعہ کے لئے آ جایا کرتا - بکریاں بدستور کیڑوں مکوڑوں کی طرح بڑھ رہی تھیں - اب اس نے جمعہ کی حاضری کو بھی خیرباد کہا - البتہ جمعہ کے لئے آتے جانے لوگوں سے مل کر حالات دریافت کر لیا کرتا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن دریافت فرمایا کہ "ثعلبہ کو کیا ہوا" ؟ عرض کیا گیا یا رسولؐ اللہ ! اس نے بکریاں لی تھیں - جگہ کی تنگی کی وجہ سے باہر چلا گیا اور اس کا پورا قصہ عرض کیا گیا - یہ سن کر آپؐ نے تین دفعہ فرمایا "یا ویح ثعلبہ" "ہائے ثعلبہ کی ہلاکت" اسی دوران میں آیت خذ من اموالھم صدقۃ نازل ہوئی — اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فرائض صدقہ ، زکوٰۃ کی معین مقادیر نازل ہوئیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات کی وصولی پر ہر دو شخصوں کو مامور فرمایا - ایک کا تعلق قبیلۂ بنی جُہینہ سے تھا اور دوسرے کا بنی سُلَیم سے - آپؐ نے ان دونوں صاحبوں کو ایک خط بھی دیا - جس میں زکوٰۃ کی وصولی کی کیفیت بیان تھی - یعنی کتنے مال پر کتنا صدقہ وصول کیا جائے گا اور کیسے مویشی زکوٰۃ میں لئے جائیں اور کیسے نہ لئے جائیں - اور آپؐ نے ان دونوں صاحبوں سے فرمایا - "ثعلبہ کے پاس جاؤ اور بنی سلیم کے فلاں آدمی کے پاس" ان سے صدقہ وصول کر لاؤ - یہ دونوں شخص حسبِ ارشاد نبویؐ ثعلبہ کے پاس آئے اور اس سے صدقہ کا مطالبہ کیا - اور اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک دکھایا - اس نے کہا -

"یہ تو محض ٹیکس (جزیہ) ہے
یہ تو ٹیکس کی بہن ہے - اچھا
تم جاؤ فارغ ہو کر میرے
پاس آنا"

یہ اب بنی سلیم کے آدمی کے پاس گئے - سُلَیمی صاحب کو کسی ذریعہ سے پہلے

ہی ان کے آنے کی اطلاع ہو چکی تھی۔ چنانچہ اس نے بہترین اونٹ چھانٹ کر زکوٰۃ کے لیئے الگ کیئے، پھر ان کا بڑی تکریم سے استقبال کیا اور یہ اونٹ پیش کیئے۔ انہوں نے کہا کہ یہ قیمتی اونٹ نہ تم پر واجب ہیں نہ ہم ان کی وصولی کے مجاز ہیں۔ اس نے کہا آپ کو یہی اونٹ لینے ہوں گے ـــ اس لئے کہ آپ یہ اونٹ مجھ سے زبردستی وصول نہیں کر رہے، بلکہ میرا مال ہے میں خوشدلی سے پیش کرتا ہوں ـــ الغرض ان دونوں کو یہ اونٹ لے لینے پر راضی ہونا پڑا۔ وہاں سے فارغ ہو کر ثعلبہ کے پاس دوبارہ آئے۔ ثعلبہ نے کہا ذرا مجھے وہ اپنا خط دکھاؤ۔ خط دیکھ کر کہنے لگا کہ "یہ زکوٰۃ ٹیکس ہی کی بہن ہوئی"۔ اچھا تم جاؤ میں اس معاملہ میں غور کروں گا۔

یہ دونوں صاحب بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہوتے۔ آپؐ نے ان کو دیکھتے ہی کسی قسم کی گفتگو کئے بغیر فرمایا۔ یا ویح ثعلبہ (یعنی ثعلبہ ہلاک ہؤا) اور سلمی صاحب کے لیئے دعائے برکت فرمائی (آپؐ کو بذریعہ وحی اطلاع ہو چکی تھی) ان صاحبان نے ثعلبہ اور سُلمی کا پورا قصہ سنایا ـــ ادھر اللہ تعالےٰ نے ثعلبہ کے حق میں آیاتِ بالا نازل فرمائیں۔ اس موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ثعلبہ کا کوئی عزیز قریب ہی موجود تھا۔ اس نے جب یہ آیتیں سنیں تو ثعلبہ کے پاس گیا اور کہا۔ ثعلبہ! تو برباد ہؤا۔ اللہ تعالےٰ نے تیرے بارے میں یہ یہ آیتیں نازل فرمائیں ثعلبہ (بدنامی سے گھبرایا ہؤا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہؤا۔ اور درخواست کی کہ اس کا صدقہ قبول کیا جائے آپؐ نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ نے تیرے صدقہ کے قبول کرنے سے مجھے منع فرما دیا"۔ یہ سن کر سر میں خاک ڈالنے لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "یہ تیرا اپنا کردار ہے، میں نے تجھے حکم دیا تھا لیکن تو نے میرا کہا نہ مانا"۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ لینے سے انکار کر دیا۔ تو یہ شخص اپنے گھر جا بیٹھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تا حینِ حیات اس کا صدقہ قبول نہ فرمایا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حاضر ہؤا اور کہا آپ جانتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک میری منزلت کتنی تھی اور انصار میں میرا کتنا مرتبہ ہے، میرا صدقہ قبول کیجئے"۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا، میں قبول کر لوں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی تمام دورِ خلافت میں اس کا صدقہ قبول نہ فرمایا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ تو یہ آپ کی خدمت میں آیا۔ اور کہا۔ میرا صدقہ قبول کیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا نہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میں بھی قبول نہیں کر سکتا۔ آپ نے بھی تمام عمر قبول نہ کیا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسندِ خلافت پر رونق افروز ہوئے تو ان کی خدمت میں بھی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا۔ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صدقہ قبول فرمایا نہ ابوبکرؓ نے نہ عمرؓ نے (رضوان علیہما) اس لئے میں بھی قبول نہ کروں گا۔ چنانچہ آپ نے بھی قبول نہ کیا۔ اور حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں یہ واصلِ جہنم ہؤا (اعاذنا اللہ) (تفسیر ابن جریر، ج۱ ص۱۸۹۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص)

بصائر و عبر

ثعلبہ کی اس عجیب و غریب لیکن افسوسناک سرگذشت کیا ہمارے لئے بھی عبرت و بصیرت کا کوئی پہلو رکھتی ہے یا نہیں۔ آیئے ذرا اس پر غور کریں۔

۱۔ مال کی فراوانی کی طلب کا مرض انسان کو قدیم سے رہا ہے۔ لیکن آج "ترقی" کے خوش کن عنوان سے جوع البقر کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ آج اسی ترقیٔ زر و مال کے لئے دینی تحریف کو واجب ٹھہرایا جانے لگا ہے۔ کبھی کسی اللہ کے بندے کو یہ خیال بھی ہؤا کہ یہ "ترقی" اور مال کی بہتات نہ مطلوب ہے نہ ہر کسی کے لئے یہ غذا لائقِ ہضم ہے۔ بلکہ بہت سے ثعلبوں کے لئے یہ گمراہی کا باعث بن جاتا ہے۔ کیا اس کا انکار کیا جا سکتا ہے۔ کہ آج دنیا میں شر و فساد، ظلم و ستم، سرکشی اور طغیانی کا بڑا حصہ اسی نام نہاد ترقی یا ترقی کے تصوّر کی پیداوار ہے؟ کیا ترقی کے اس عفریت نے انسانیت کے لئے خطرہ پیدا نہیں کر دیا؟

۲۔ ثعلبہ کی وعدہ خلافی اس کے دل پر دائمی نفاق کی مہر لگ جانے کا سبب بن گئی۔ اس لیئے کہ اس کا یہ وعدہ بھی محض ظاہری اور سیاسی قسم کا منافقانہ وعدہ تھا۔ نیّت شروع ہی سے ایفائے وعدہ کی نہ تھی۔ ہم میں کتنے لوگ آج بھی اسی ثعلبی کردار کو اپناتے ہوتے ہیں۔ کیا حکومت کی سطح سے لے کر عوام تک اور بین الاقوامی سطح سے لے کر بین المعاشرتی سطح تک سیاسی وعدہ کرنا اور وقت آنے پر "میں غور کروں گا" کہہ کر ٹالنا دورِ حاضر کی جدید اصطلاح اور خاص فیشن بن کر نہیں رہ گیا؟

۳۔ ثعلبہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نامۂ مبارک کو حقارت اور نفرت سے ٹھکرا دیا۔ "تم جاؤ میں اس پر غور کروں گا"۔ کی منطق الاپنا شروع کی۔ کیا آج احادیثِ نبویہؐ کے انکار اور احکامِ شرعیہ سے سبکدوشی اور حکامِ وقت کی رضا جوئی کے لئے یہی ثعلبی منطق نہیں دہرائی جاتی؟ اور اگر ثعلبہ کی یہ منطق اسے نفاق اور جہنم سے نہ بچا سکی تو آج کے ثعالبہ جو یہی منطق جدید عنوان سے دہراتے ہیں، جہنم اور نفاق سے کیسے بچ نکلیں گے ـــ؟

۴۔ ثعلبہ نے فریضۂ خداوندی زکوٰۃ کو ٹیکس قرار دیا۔ اور اس کی اس بیہودہ گوئی کا جو حشر ہؤا وہ سب کے سامنے ہے۔ "اسلامی تحقیقات" کے فریب میں قومی سرمایہ سے پلے والے جو آج یہی نعرہ لگاتے ہیں کیا ان کا حشر یہی نہ ہوگا؟ زکوٰۃ کے متعلق ٹیکسی نظریہ جو اخبارات اور رسائل میں اچھالا جا رہا ہے کیا یہ اسلامی ذہن کی تخلیق ہے یا ثعلبہ کا اگلا ہؤا دقیانوسی نظریہ ہے جس پر رنگین کاغذ اور آفسٹ طباعت کے جدید غلاف چڑھا کر ملّت کو فریب دیا جاتا ہے۔ ان فی ذالک لذکریٰ لمن کان لہٗ قلب او القی السمع و ھو شھید۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ

اصلاحُ النّساء

(قسط ۳)

بہر حال تقریر سے معلوم ہو گیا کہ نقصانِ عقل اضطراری اور خلقی ہے اور دوسرا نقصان یعنی نقصان صلوٰۃ جس کو نقصانِ دین بتایا ہے جس کا سبب حیض کا آنا فرمایا ہے وہ تو ظاہر ہی ہے خلقی ہے اور تین امر اختیاری ان کی طرف منسوب فرمائے کہ ان کا ازالہ ان کے اختیار میں ہے وہ کفران عشیر اذھاب لب رجل حازم واکثار لعن چونکہ یہ اختیاری ہیں اس لئے ان کو نقص نہ کہنا چاہیئے بلکہ ان کو شر کے نام سے موسوم کرنا مناسب ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ عورتوں میں دو نقص اور تین شر ہیں۔ جو نقص ہیں۔ ان کا فکر تو بے سود ہے۔ اس لئے کہ وہ معالجے زائل ہونے والے نہیں بلکہ اس کی تمنّا سے بھی منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ وارد ہے کہ حضرت امّ سلمہؓ نے مردوں کے فضائل سن کر فرمایا تھا "اے کاش ہم مرد ہوتے تو مردوں کی سی فضیلت ہم کو بھی ملتی" اس پر یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تتمنوا ما فضل اللہ بعضکم یعنی اس شئے کی تمنّا مت کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اس شئے سے بعض کو بعض ہی پر فضیلت دی ہے یعنی خلقی۔ آگے فرماتے ہیں للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن یعنی مردوں کے لئے حصہ ہے اس شئے سے جو انہوں نے کمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسی تمنّا چھوڑو عمل میں کوشش کرو۔ اب اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اگر ہم عمل بھی کریں تب بھی ناتمام ہی رہیں گے نقصان ہمارا کہاں دور ہو گا تو اس کا جواب یہ فرماتے ہیں واسئلوا اللہ من فضلہ یعنی اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو۔ مطلب یہ ہے کہ عمل نیک کرے اگر خدا کا فضل ہو تو مردوں سے بڑھ سکتی ہے۔

غرض یہ کہ جو نقص اضطراری ہیں اس کی فکر تو بالکل فضول ہے اور جو اختیاری ہیں جن کو ہم نے شر کہا ہے ان کی اصلاح واجب ہے اور وہ کل تین شر ہیں۔ اکثار لعن، کفران عشیر اذھاب لب رجل اکثار لعن یعنی لعنت ملامت زیادہ کرنا۔ چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ صبح سے شام تک ان کا یہی مشغلہ ہے کہ جس سے دشمنی ہے اس کی غیبت کرتے ہیں اور جس سے محبت ہے اس کو کوستی ہیں اور ہر شئے کو خواہ وہ قابلِ لعنت ہو یا نہ ہو کوستی ہیں یاد رکھو بعض وقت اجابت کا ہوتا ہے اور وہ کوسنا لگ جاتا ہے پھر نادم ہونا پڑتا ہے۔

ہمارے یہاں ایک شخص تشنج زدہ ہے جو کہ چار پائی سے ہل نہیں سکتا اور سخت تکلیف میں ہے اس کی ماں نے اس کو کسی شرارت پر یہ کہا تھا کہ خدا کرے چار پائی کو لگ جائے۔ خدا کی قدرت وہ ایسا ہی ہو گیا اور اس کی مصیبت والدہ صاحبہ ہی کو اٹھانا پڑی۔ کفران عشیر یعنی زوج کی ناشکری۔ جس قدر ان کو دیا جائے سب تھوڑا ہے۔ مجھ کو مولوی عبدالرّب صاحب کا ایک لطیفہ یاد آیا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ ان کے پاس کتنا ہی کپڑا ہو جب پوچھو کہ کپڑا ہے تو کہیں گی کیا ہیں چار چیتھڑے۔ اور کتنے ہی جوڑے جو نہ سے ہوں مگر پوچھنے پر یہی کہیں گی کیا ہے دو لیتھڑے، اور برتن کیسے ہی عمدہ اور کثرت سے ہوں مگر یوں کہیں گی کیا ہیں چار ڈھیکرے۔ ایک عورت خود کہتی تھی کہ ہمارا حال تو دوزخ کا سا ہے کہ اس کو کہا جائے گا۔ ھل امتلئت کیا تو بھر گئی۔ وہ جواب میں کہے گی ھل من مزید۔ "یعنی کچھ اور بھی ہیں"

ایک مرض ان میں اور بھی ہے جو کفران ہی کا شعبہ ہے کہ کوئی چیز خواہ وہ کار آمد ہو یا نکمی ہو پسند آنا چاہیئے۔ بے سوچے سمجھے اس کو خرید لیتی ہیں گھر میں ہوئی چیز کام آ ہی جاتی ہے اور یہ شعبہ کفران کا اس لئے ہے کہ اضاعۃ مال شوہر کا ہے خود اپنے مال کی اضاعۃ بھی کفران ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطان لربہ کفورا۔ بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور یقیناً شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ اور جب مال بھی دوسرے کا ہو تو کفرانِ حق کے ساتھ کفران شوہر بھی ہے۔ مومن کا قلب تو بکھیڑے سے گھبرانا چاہیئے۔ گو کہ اسراف بھی نہ ہو اور بے ضرورت کوئی شئے خریدنا تو صریح اسراف میں داخل ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کے ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ آج کل گھروں میں اور خصوصاً بڑے گھروں میں نہایت اسراف ہوتا ہے۔ برتن ایسے خریدے جاتے ہیں جو قیمت میں تو بہت زیادہ اور مضبوط خاک بھی نہیں۔ ذرا ٹھیس لگ جائے تو چار ٹکڑے اور پھر حاجت سے بھی زائد۔ بعض گھروں میں اس کثرت سے شیشہ و چینی وغیرہ کے برتن ہوتے ہیں کہ عمر بھر بھی ان کے استعمال کی نوبت نہیں آتی۔

علیٰ ہذا کپڑوں میں بھی بہت اسراف ہے۔ کپڑا بہت باریک جو کہ علاوہ ممنوع ہونے کے کسی کام کا نہیں پہنتی ہیں۔ اگر کہیں سے نکل گیا تو کسی کے کام کا نہیں اور موٹا کپڑا اگر پرانا ہو جاتا ہے تو کسی غریب ہی کے کام آجاتا ہے۔

یہ تمام مصیبت اس کی ہے کہ عورتیں اس کی کوشش کرتی ہیں کہ میرا جوڑا ایسا ہو کہ کسی کے پاس نہ ہو۔ اپنی حیثیت کو نہیں دیکھتیں۔ ظروف و لباس مکان ہر شئے میں شان نمود تفاخر ریا کوٹ کوٹ کر بھرے ہیں۔ یہ حال تو روزمرہ کے برتاؤ کا ہے۔ اور اگر کہیں کوئی تقریب پیش آجائے تو کیا ٹھکانہ ہے۔ تمام رسوم پوری کی جائیں گی جن میں سراسر نمود ہی نمود ہے۔

اقسام رسوم میں عورتوں کی غلط فہمی

بعض عورتیں فخر کرتی ہیں کہ ہم نے رسوم سب چھوڑ دیں۔ مگر اس میں دو قسم کی ہیں ایک تو شرک و بدعت کی رسمیں مثلاً چٹائی پر بہو کو بٹھلانا۔ اس کی گود میں بچہ دینا کہ اس سے شگون لیتے ہیں کہ اولاد ہو تو واقعی ایسے

ٹونے ٹوٹکے تو اکثر جگہ چھوٹ گئے دوسری تفاخر اور نام آوری کی رسمیں۔ سو یہ دوسری قسم متروک نہیں ہوئی بلکہ بسبب تمول کے بہ نسبت پہلے کے کچھ بڑھ گئیں ہیں پہلے زمانہ میں اتنا تفاخر اور ریا و نمود نہ تھا۔ کیونکہ کچھ سامان کم تھا کچھ طبائع میں سادگی تھی اب تو کھاتے ہیں الگ تفاخر ہو گیا وہ پہلی سی سادگی نہیں رہی۔ پلاؤ بھی ہو کباب بھی ہوں فیرنی متنجن بریانی سب ہوں اور کپڑے کے تکلفات کو اول بیان کیا گیا ہے۔ ایک دلہن ایک جگہ ڈیڑھ ہزار کا صرف کپڑا ہی کپڑا جہیز میں لائی تھی شاید یہ کپڑا اس کے مرنے تک بھی ختم نہ ہوا ہو اور اکثر ایسا ہوا ہے کہ دلہن مرگئی ہے اور یہ سب سامان ہزاروں روپیہ کا ضائع ہوا۔ پھر علاوہ دلہن کے کپڑوں کے تمام کنبہ کے جوڑے بنائے جاتے ہیں اور بعض دفعہ ان کو پسند بھی نہیں آتے اور ان میں عیب نکالے جاتے ہیں۔ کس قدر بے لطفی ہوتی ہے اور اس پر دعویٰ یہ کہ ہم نے رسمیں چھوڑ دیں سو جناب اس میں کیا کمال کیا اپنی بستی میں تو برسوں پہلے سے سامان جمع کر کے ایک ایک کو دکھلا چکی ہو جو مہمان آتے ہیں اس کو بھی اور جو رشتہ دار آتے ہیں اس کو بھی ایک ایک چیز دکھلائی جاتی ہے۔ اور خود سامان آنے میں جو شہرت ہوتی ہے وہ الگ۔

آج دہلی سے کپڑا آرہا ہے اور مرادآباد گئے تھے وہاں سے برتن لائے ہیں اور اس کے بعد وہ دولہا کے گھر جاکر کھلتا ہے اور عام طور پر دکھایا جاتا ہے اور اسی واسطے لڑکی کے ہمراہ بھی جاتا ہے تو یہ اعلان نہیں تو کیا ہے۔ ہاں اگر ہمراہ نہ کیا جاتا تو عقل کے بھی موافق تھا کیونکہ یہ سب سامان لڑکی ہی کو دیا جاتا ہے اور اس وقت وہ قبضہ نہیں کرتی اور نہ اس کو خبر ہوتی ہے۔ اس کو دینا تو یہ ہے کہ سردست اپنے گھر رکھو جب وہ اپنے گھر آئے اس وقت وہ تمام سامان اسی کے سامنے رکھو اور کہو کہ یہ سب چیزیں تمہاری ہیں تمہارا جب جی چاہے لے جانا بلکہ مصلحت یہ ہے کہ وہ اب نہ لے جائے کیونکہ اس وقت تو اس کو کوئی ضرورت نہیں ہے کسی وقت جب ضرورت ہوگی لے جائیں گے اور اوفق للعقل ہونے کے ساتھ اس میں ریا بھی نہ ہوئی اس وقت یہ دعویٰ ترک رسم کا صحیح ہوتا مگر چونکہ اس میں کوئی تفاخر اور دکھاوا نہیں ہے اس لئے ایسا کوئی بھی نہیں کرتا۔

تیسرا شئ اذھاب ساجل حاسم یعنی بڑے ہوشیار مرد کی عقل کو سلب کر لینا۔ چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ ایسی اتار چڑھاؤ کی باتیں کرتی ہیں کہ اچھے خاصے عاقل بے عقل ہو جاتے ہیں ان کے لہجہ میں خلقۃً ایسا اثر رکھا گیا ہے کہ خواہ مخواہ مرد اس سے متاثر ہوتے ہیں اور اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ یہ عقل میں مردوں سے زیادہ ہیں بلکہ وجہ اس کی یہ ہے کہ مکر اور چالاکی ان میں مردوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ عقل اور شئے ہے اور مکر اور چالاکی دوسری شئے ہے۔ شیطان میں مکر اور چالاکی تھی عقل نہ تھی اسی واسطے دھوکہ کھایا جب کہ حکم ہوا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو سجدہ نہ کیا اور خلقتنی من نار و خلقتہ من طین کہہ گذرا اور یہ نہ سوچا کہ جب حق تعالیٰ نے سجدہ کا حکم فرمایا ہے تو ضرور اس میں کوئی مصلحت ہوگی اور مصلحت و حکمت تو بہت ہی ظاہر تھی چنانچہ فرمایا ہے انی جاعل فی الارض خلیفہ یعنی میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی جانشین تخت سلطنت پر بیٹھتا ہے تو اس کو نذریں گزاری جاتی ہیں۔ جو معاملہ منیب کے ساتھ کیا جاتا تھا وہ اب نائب کے ساتھ کیا جاتا ہے اس لئے یہاں بھی حکم ہوا کہ ہم کو جس طرح سجدہ کرتے تھے اسی طرح آدمؑ کو کرو اس لئے کہ ہمارا خلیفہ ہے۔ ہاں یہ فرق ضرور ہے کہ آدم علیہ السلام کو جو سجدہ کیا گیا وہ سجدہ تحیت تھا اور حق تعالیٰ کو سجدہ کرنا سجدہ عبادت ہے تو اتنی موٹی بات میں اس نے غلطی کی اس سے معلوم ہو گیا کہ اس میں عقل نہ تھی۔ ہاں چالاکی اور مکر میں بیشک بے مثل ہے۔

اس پر ایک میاں جی کی حکایت یاد آئی کہ ان کے پاس کہیں سے بتاشے آئے۔ انہوں نے ایک مٹی کے بدھنے میں آٹا لگا کر بند کر کے رکھ دیئے تاکہ کوئی لڑکا نہ کھا جائے لڑکوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ کوئی تدبیر ایسی ہونی چاہیئے کہ بدھنے کا منہ بھی نہ کھلے تاکہ راز ظاہر نہ ہو اور بتاشے بھی وصول ہو جائیں۔ سوچتے سوچتے ایک ترکیب نکالی کہ پانی لاکر ٹونٹی کی راہ سے اس میں بھرا اور شربت گھول کر پی گئے تو یہاں یہ نہ کہا جائے گا کہ یہ لڑکے بڑے عاقل تھے بلکہ یوں کہا جائے گا کہ بڑے شریر چالاک اور مکار تھے کیونکہ عقل کو مقتضا تو اپنے استاد کی خدمت و اطاعت ہے نہ ضرر رسانی ہے کیونکہ عقل کے معنی لغت میں بستن کے ہیں پس عقل وہی ہے جو کہ مضرت سے روکے۔ بندر بہت عجیب عجیب کام کرتے ہیں مگر اس سے بندر کو عاقل نہ کہا جائے گا بلکہ مکار کہیں گے۔

(باقی باقی)

بقیہ: سیرت النبیؐ کی ایک جھلک

پاؤ گے یعنی اللہ کی کتاب اور میری طریق

لوگو! میری بات سُنو اور خوب سمجھ لو کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اور تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اپنے غلاموں کے حق میں انصاف کرو۔ جو خود کھاؤ وہی اُن کو کھلاؤ اور جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ۔ سب مسلمان برابر ہیں۔ کسی عربی کو عجمی پر کوئی بڑائی اور فخر نہیں قرضخواہ کو قرض ادا کیا جائے، اُدھار مانگا ہوا مال واپس کیا جائے جو ضامن ہے وہ تاوان کا ذمہ دار ہو۔

لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی اور پیغمبر ہے۔ اور نہ کوئی نئی اُمت پیدا ہوگی کان کھول کر سن لو۔ اپنے رب کی عبادت کرو، پنجگانہ نماز ادا کرو، سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو۔ اپنے مال کی زکوٰۃ نہایت خوشی سے دیا کرو، بیت اللہ شریف کا حج بجالاؤ، اپنے حاکموں کی فرمانبرداری کرو تمہیں اس کے بدلے جنت

اسی موقع پر اللہ تعالےٰ نے یہ خوشخبری سنائی اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ پ ۶ ع ۵

تَرْجَمَہ:۔ اے مُسلمانو! آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلِّمْ

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں درسِ قرآن

منعقدہ ۲۴ اپریل ۱۹۶۶ء

مرتب: محمد عثمان غنی

گذشتہ سے پیوستہ

صحابہؓ نے عرض کی "اللہ کے نبی! قراط کسے کہتے ہیں؟" فرمایا اُحد پہاڑ جتنا سونا اللہ کے راستے میں دینے سے جتنا ثواب ملتا ہے وہ ایک مسلمان کا جنازہ پڑھنے سے ملتا ہے اور اس کے دفن تک جب ساتھ رہے گا تو دو اُحد پہاڑ جتنا سونا اللہ کی راہ میں دینے سے جو ثواب ملتا ہے وہ دفن تک ساتھ رہنے میں ملتا ہے کہ اس نے ایک مسلمان کی عزت کی۔

اور ہم کیا کرتے ہیں؟ "ارے بھائی! جنازہ کس وقت کروگے؟" "دس بجے" پہلے سوچتے ہیں کہ یہ کوئی موٹی آسامی ہے؟ جنازہ نہ پڑھا تو اس کا بیٹا کوئی نقصان تو نہ پہنچائے گا؟ اور اگر کوئی [illegible] ہو تو صاف ہی کہہ دیا کہ چلو جی ہمارے پاس تو وقت ہی نہیں ہے — اگر کوئی موٹی آسامی ہو تو پتہ نہیں وضو بھی کرتے ہیں یا نہیں کرتے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جنازہ یہیں پارک میں پڑھ لو — وہاں ہی پڑھ لیا اور پھر دو تین آدمی میت کی چارپائی اٹھا کر لے جاتے ہیں اور باقی اپنے اپنے کام میں لگ گئے۔ اللہ اللہ خیر سلا —— یہ ہمارے حقوق ہیں آج کل مسلمانوں کے۔ اور اس کی سب سے بڑی وجہ ہے بے دینی۔

وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○ اور جب حاضر ہوں تقسیم کے وقت، جب تم مال تقسیم کر رہے ہو وارثوں میں، تو کون آ گئے؟ اُولُوا الْقُرْبٰى۔ تمہارے قریبی رشتہ دار۔ دیکھئے یہاں پر اَقْرَب نہیں فرمایا۔ اُولُوا الْقُرْبٰى۔ اور رشتے دار آ گئے تمہارے کوئی تم مال تقسیم کر رہے تھے، چچا کے بیٹے آ گئے، کوئی اور آ گئے وَ الْيَتٰمٰى اور دوسرے یتیم آ گئے وَ الْمَسٰكِيْنُ مسکین لوگ آ گئے فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ پس تم اُسی مال میں سے اُن کو بھی کچھ کھلا دو۔ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○ اور ان کے ساتھ مناسب بات کرو کہ بھائی! تم وارث نہیں ہو ورنہ ہم تم کو بھی مال دیتے۔ روٹی کھانی ہے تو کھا لو۔

آگے چل کر نفسیاتی طور پر سمجھایا کہ کہ دیکھو یتیموں کے مال نہ کھاؤ —— وَ لْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا۔ اور چاہیئے کہ ڈریں وہ لوگ اگر چھوڑ کر مریں۔ اپنے بعد چھوٹی چھوٹی اولادوں کو۔ خَافُوْا عَلَيْهِمْ ان کو فکر پیدا ہوگی ان کی۔ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ پس ان کو چاہیئے کہ یہ اللہ سے ڈریں۔ وَ لْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ○ اور بالکل وُہ بات کہیں جو سیدھی اور پختہ بات ہو۔

نفسیاتی طور پر سمجھایا کہ دیکھو تمہارے سامنے ایک یتیم کا معاملہ آ جاتا ہے۔ تم سوچو اگر تم یوں مر چکے ہوتے اور تمہارا بیٹا یتیم ہوتے تو تمہارے ذہن پر کیا گذرتی؟ فرمایا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ کسی یتیم بچے کے سامنے اپنے بچے سے پیار نہ کرو، کسی بیوہ کے سامنے اپنی بیوی کے ساتھ ناز کی باتیں نہ کرو بیوہ کے دل سے بد دعا نکلے گی، آہ نکلے گی۔ ہو سکتا ہے کہ وبال تم پر پڑ جائے — کسی یتیم بچے کے سامنے اپنے بچے کے ساتھ ناز مت کرو۔ اور اگر کرتے ہو تو پھر یتیم کے ساتھ بھی اتنا ہی ناز کرو جتنا اپنے بچے کے ساتھ کیا — صحیح حدیث ہے کہ یتیم کے سر پہ ہاتھ پھیرنے سے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اُتنے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔ یتیم کا دل بڑھ جاتا ہے۔

ہم نے کبھی پوچھا ہے؟ ہم تو دیکھتے ہیں کہ مر گیا ہے یا نہیں "اچھا بچے کو میرے گھر میں چھوڑ دو جھاڑو دیا کرے گا۔ برتن دھویا کرے گا۔ یہ ہے ہمارا یتیموں کے ساتھ سلوک۔ کیا عرض کروں۔ ع

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

ہماری ہر کل بگڑی ہوئی ہے ہم میں تو کچھ بھی نہیں ہے جو صحیح بات ہو — یتیموں کا ہم کیا علاج کرتے ہیں؟ دیکھ لیں کسی ہوٹل میں، سارا دن یتیم بچہ ہوٹل کے مالک کی چائے بیچتا لیکن اس کو توفیق نہیں کہ اس کے کپڑے دُھلا ڈالے، گرم پانی ہی مہیا کر دے کہ اس کے چہرے کو دھو ڈالے، ہمارے گھروں میں یتیم بچے ہمارے کام کرتے کرتے ہیں، ہمارے بوٹ پالش کرتے ہیں، ہمارے بچوں کو کھلاتے ہیں، ہمارے گھر کا کام کرتے ہیں لیکن جب کھانے کا وقت آتا ہے سچ بتائیں آپ، میں خود دیکھتا ہوں، کیا کبھی کسی یتیم کو کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا؟" او باہر جا وہاں روٹی کھا میری طرف کیا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا ہے؟" کیونکہ وہ یتیم ہے نا! اُسے باہر بٹھا دیتے ہیں۔ ہم خود چھوٹا گوشت کھاتے ہیں اور یتیم کے لئے گھر میں شلغم پکتے ہیں اور وہ بیوہ جو میرے گھر میں ملازم ہے اُس کے لئے باسی روٹی ہے۔

امام الانبیاءؐ کا حال دیکھ لیجئے — جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے تھے ایک دن عید کی نماز پڑھنے کے لئے —— حضورؐ نے دیکھا کہ مدینہ منورہ کے باہر ایک یتیم بچہ رو رہا ہے۔ پوچھا۔ "کیوں روتے ہو؟" عرض کی "اللہ کے نبیؐ! رونا ہی تو ہے —— سیرت دیکھئے محمد رسولؐ اللہ کی — ہم سمجھتے ہیں کہ لوبان دُھکا لیتے ہیں تو سیرت منا لی — عمل کچھ بھی نہیں ہے — پوچھا۔ "کیوں روتے ہو؟" (حضورؐ بچوں سے بھی باتیں کرتے تھے۔ ہم وقار کے خلاف سمجھتے ہیں بچوں سے باتیں کرنا، یتیموں سے باتیں کرنا، غریبوں سے باتیں کرنا، ہمارے وقار کے خلاف ہے۔ خاک میں جائے ایسا وقار جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دُور لے جائے) — حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں "بچے! کیوں روتے ہو؟" عرض کی "اللہ کے نبیؐ! رونا ہی تو ہے، باپ نہیں، ماں نہیں، عید کا دن ہے یہ دیکھئے سب بچے خوشی منا رہے ہیں" حضورؐ ساتھ لاتے ہیں — ابھی نماز کو نہیں گئے۔ گھر لے آتے۔ (کنز الاعمال میں یہ حدیث

موجود ہے) امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) عائشہ صدیقہ رضؓ کو حکم فرماتے ہیں کہ پانی لے کر آؤ۔ اُس بچے کو چوکی پر بٹھایا۔ عائشہ صدیقہ امّ المومنین رضؓ پانی ڈالتی ہیں، محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ہاتھوں سے اُس کا بدن ملتے ہیں، اُس کو غسل دینے کے بعد گھر میں جو کچھ کپڑے تھے اس بچے کو پہنا دئے۔ حدیثوں میں ہے کہ امام الانبیاءؐ نے اُس بچے کو اپنے شانوں پر سوار کیا اور یہ فرمایا۔ کہ "تم روتے کیوں ہو؟ تم نہیں پسند کرتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارا باپ ہو اور عائشہ رضؓ تمہاری ماں ہو؟" جب یہ بات مدینہ کے بچوں تک پہنچی۔ تو مدینہ کے بچوں نے ارمان کیا کہ کاش ہم بھی آج یتیم ہوتے کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے شانوں پر سوار ہوتے۔

یہ ہے یتیم کی تربیت —— بتائیے کیا ہم کرتے ہیں یتیموں کی تربیت —— تو فرمایا کہ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ خدا سے ڈرو، اور یتیم کو دیکھو، اپنا حال یاد کر لو کہ تمہارے ساتھ کہیں یہ معاملہ نہ ہو جائے إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا جو یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں۔ إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ط وہ لوگ آگ کھاتے ہیں پیٹ بھر کر —— وہ مال نہیں کھا رہے، وہ تو آگ کھا رہے ہیں —— وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ۝ اور عنقریب وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔

صحیح حدیثوں میں ہے امام الانبیاءؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن مختلف لوگوں کی علامتیں ہوں گی (اللہ تعالیٰ میری، آپ کی علامتوں کو بہتر فرمائے) نمازیوں کی، پرہیزگاروں کی، قرآن پر عمل کرنے والوں کی یہ علامت ہو گی کہ اُن کے چہرے چمکیں گے، ہاتھ چمکیں گے، پاؤں چمکیں گے، پتہ چلے گا کہ یہ اللہ کے محبوب بندے ہیں —— اور کچھ علامتیں بُروں کی بھی ہوں گی —— فرمایا کہ جس نے دنیا میں یتیم کا مال کھایا ہو گا، قیامت کے دن جب یہ حشر کے میدان میں نکلے گا اس کے پیچھے کی طرف سے دھوآں نکلے گا۔ پوچھیں گے لوگ کہ یہ کون ہے؟ کہیں گے یہ وہ ہے جس نے دنیا میں یتیموں کا مال کھایا، وہ آگ کھاتی تھی اب وہ دھوئیں کی شکل میں نکل رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ بندوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالےٰ میرے آپ کے گناہوں کو معاف فرمائیں۔ ہمارے ایک دوست کا خط آیا ہے کہ وہ روحانی جسمانی بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالےٰ سے دعا کریں کہ ان کو شفا نصیب فرمائے آمین!

محمد بشیر انصاری

(مسلسل)

ایک ستونِ دین، ایک حدِّ فاصل

اب دیکھئے کہ نماز اس سلسلے میں ہماری کیا مدد اور رہنمائی کرتی ہے فرمانِ خداوندی ہے۔

أَقِمِ الصَّلَاةَ ط إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ ۗ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ

(پ ۲۱)

(ترجمہ) نماز کی پابندی کرو (کیونکہ) نماز یقیناً بے حیائی اور ناشائستہ حرکات اور باتوں سے روک دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد بہت بڑی چیز ہے۔

حضرت شیخ الاسلامؒ اس کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ "نماز" بے حیائی اور دوسری بری باتوں سے روکنے والی اور اخلاق کو سنوارنے والی ہے نماز کا برائیوں سے روکنا دو معنی میں ہو سکتا ہے۔

یعنی نماز میں اللہ تعالیٰ نے خاصیت و تاثیر یہ رکھی ہے کہ نمازی کو گناہوں اور برائیوں سے روک دے جیسے کسی دوا کا استعمال بخار وغیرہ جملہ امراض کو روک دیتا ہے۔ اس صورت میں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ دوا کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کی ایک ہی خوراک بیماری کو روکنے کے لئے کافی ہو جائے۔ بعض ادویات خاص مقدار میں ایک خاص مدت تک التزام (واستمرار) کے ساتھ کھائی جاتی ہیں اس وقت ان کا نمایاں اثر ظاہر ہوتا ہے بشرطیکہ مریض کسی ایسی شئے کا استعمال نہ کرے جو اس دوا کی خاصیت کے منافی ہو۔ پس نماز بھی بلاشبہ بڑی قوی التاثیر دوا ہے جو روحانی بیماریوں کو روکنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ ہاں ضرورت اس کی ہے کہ ٹھیک مقدار میں اس احتیاط اور پرہیز کے ساتھ جو اطبائے روحانی نے تجویز کیا ہو خاص مدت تک اس پر مواظبت کی جائے اس کے بعد مریض خود ہی محسوس کرے گا کہ نماز کس طرح اس کی پرانی بیماریوں اور برسوں کے روگ کو دور کرتی ہے۔

دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ نماز کا برائیوں سے روکنا بطورِ اقتضاء ہو یعنی نماز کی ہر ایک ہیئت اور اسکا ہر ایک مقتضیٰ یہ ہے کہ جو انسان ابھی ابھی بارگاہِ الٰہی میں اپنی بندگی، فرمانبرداری، خضوع و تذلّل اور حق تعالیٰ کی ربوبیت والوہیت اور حکومت و شہنشاہی کا اظہار و اقرار کر کے آیا ہے مسجد سے باہر آ کر بھی بدعہدی اور شرارت نہ کرے اور اس شہنشاہ مطلق کے احکام سے منحرف نہ ہو۔ گویا نماز کی ہر ایک ادا نمازی کو پانچ وقت یہ حکم کرتی ہے کہ اے بندگی اور غلامی کا دعویٰ کرنے والے! واقعی بندوں اور غلاموں کی طرح رہ۔ اور بزبانِ حال مطالبہ کرتی ہے کہ بیحیائی اور شرارت و سرکشی سے باز آ۔ اب کوئی باز آئے یا نہ آئے مگر نماز بلاشبہ اُسے روکتی (ٹوکتی) اور منع کرتی ہے۔ ہاں یہ واضح رہے کہ ہر نماز کا روکنا اور منع کرنا اسی درجہ تک ہو گا جہاں تک اس کے ادا کرنے میں خدا کی یاد سے غفلت نہ ہو کیونکہ نماز محض چند مرتبہ اٹھنے بیٹھنے کا نام نہیں سب سے بڑی چیز اس میں خدا کی یاد ہے۔ (باقی باقی)

تبدیلی نام

میرا پہلا نام غلام سرور ولد محمد رمضان (ساکنہ جلالپور پیروالہ تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان) تھا۔ اب میں نے اپنا نام عزیز الرحمٰن تجویز کیا ہے۔ لہٰذا مجھے اسی نام سے یاد کیا جائے۔

میرا پتہ

عزیز الرحمٰن مجلس تحفظ ختم نبوۃ کوئٹہ۔

نورانی مجلسیں

مرتبہ: محمد عثمان غنی — قسط ۷

میں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ میں نے تقریر کی ننکانہ ضلع شیخوپورہ میں۔ ریلوے کے ملازم وہاں موجود تھے میری تقریر میں اور وہاں ننکانے میں مرزائیوں کی اچھی خاصی آبادی ہے اور وہ تبلیغ کرتے ہیں وہ مرزائی عصر کے وقت سٹیشن پر آ جاتے ہیں اور کرسیاں بچھوا لیتے اور بابوؤں کو تبلیغ کرتے۔ بابوؤں کو جواب نہیں آتا تھا۔ جب میں نے تقریر کی تو ریلوے کے بابوؤں کو بات سمجھ میں آ گئی۔ انہوں نے دو تین مرزائیوں کی کتابیں منگوا لیں، ٹکٹ کلکٹر نے پڑھنی شروع کر دیں، اس میں سے حوالے نقل کئے تو پھر قصّہ یہ ہوا کہ مرزائی سٹیشن پر آنے بند ہو گئے۔ میں اسٹیشن پر کھڑا تھا تو وہ سارے بابو مجھے دیکھ کر آ گئے۔ سٹیشن ماسٹر نے اپنا تعارف کرایا کہ میں یہاں کا سٹیشن ماسٹر ہوں۔ یہ گڈس کلرک ہے، یہ بکنگ کلرک ہے، یہ ٹکٹ کلکٹر ہے یہ میرا نائب ہے اور کہا کہ تو نے جو بات کی تھی چھ مہینے ہوئے وہ ہماری سمجھ میں آ گئی تھی۔ پہلے مرزائی ہمیں تنگ کرتے تھے، کرسیاں توڑتے تھے، ہمیں شرمندہ کرتے تھے، ہمیں جواب نہیں آتا تھا۔ تم نے کہا کہ ہر مسلمان ان کے مقابلے میں تیاری کرے۔ ہماری سمجھ میں بات آ گئی۔ یہ ہمارے ٹکٹ کلکٹر نے تیاری کی ہے۔ پہلے مرزائی آتے تھے، ہمیں تنگ کرتے تھے اب جو مرزائی گاڑی سے اترتا ہے تو یہ ٹکٹ کلکٹر کہہ دیتا ہے کہ ذرا سامان رکھ کے کرسی لیکر بیٹھ جا کہ سواریاں گذرلیں تو مسئلہ بیان کرتا ہوں میں ورنہ تو سن یا تو بیان کر۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے کام ہے، مجھے فرصت نہیں اور جب گاڑی پر سوار ہونے کے لئے مرزائی آتے ہیں تو عین وقت پہ آتے ہیں پہلے گھنٹہ گھنٹہ پہلے آجاتے تھے۔ کہتے ہیں اس دن سے ہمارے ساتھ کوئی قادیانی بات نہیں کرتا۔ میں نے وہ جو ننکانے میں تقریر کی تو میں نے مسلمان عورتوں کو مرزائیوں کے مقابلے میں تبلیغ کرنا سمجھایا۔ میں نے یہ سمجھایا اور تم بھی سمجھ لو۔ اگر ایک بزاز بزازی کا کام کرنے والا اس کی دکان پہ ایک آدمی آئے سودا خریدنے کے لئے اور وہ کہہ دے کہ جاپانی کا لٹھا چاہیئے اور دکاندار کے پاس نہ ہو تو یہ کوئی عیب ہے؟ کوئی مال نہیں بھی ہوتا، اس میں کون سی بات ہے۔ کہہ دے میرے پاس یہ مال نہیں ہے، اور جو مال موجود ہے وہ بتا دے کہ یہ میرے پاس ہے، ایک کہہ دے کہ ۲۷۶ کی ململ چاہیئے، کہہ دے کہ ۳۷۶ کی تو نہیں گیارہ گیارہ کی ہے، چوراسی کی ہے، چالیس چالیس کی ہے، اس طرح پر سمجھا کے میں نے یہ کہا کہ ایک آدمی حلوائی کی دکان پہ جاتا ہے کہ لڈو چاہئیں۔ وہ کہتا ہے لڈو تو ختم ہو گئے ہیں بالو شاہی ہے، اس میں کون سی عیب کی بات ہے؟ تو میں نے یہ باتیں بتاتے ہوئے عورتوں کا پنڈال لگا ہوا تھا میں نے عورتوں سے بھی خطاب کیا میں نے کہا میری بہنوں، میری بیٹیوں، تمہیں مرزائن عورتیں تبلیغ کرتی ہیں، تمہیں جواب دینا میں بتاؤں کیونکہ گھروں میں مرد تو کسی کے نہیں جا سکتا۔ میں نے کہا اگر مرزائن عورت آئے کوئی اور یہ کہہ دے کہ عیسٰی علیہ السلام فوت ہو گئے تو تم بحث نہ کیجیو۔ تم کہہ دو یہ علم کا مسئلہ ہے یہ مولوی بتا سکتے ہیں، میں نہیں بتا سکتی۔ کیوں بھائی قیمتی مال بڑی دکانوں میں ہوتا ہے چھوٹی میں تو نہیں ہوتا۔ چھوٹی چھوٹی دکانوں میں سستے کپڑے ہوتے ہیں، بڑی بڑی دکانوں میں قیمتی ہوتے ہیں، قیمتی مسئلے مولویوں کی دکان میں اور چھوٹے چھوٹے مسئلے ہر ایک کی دکان میں۔ میں نے کہا میری بہنو یہ کہہ دیجیو۔ عیسٰی علیہ السلام زندہ ہیں فوت نہیں ہوئے لیکن یہ مسئلہ میری دکان میں نہیں میں پڑھی ہوئی نہیں۔ پھر وہ کہے کہ حضورؐ کے بعد نبی آسکتا ہے۔ تو میری بہنو! تم کہہ دیجیو کہ یہ بھی علم والا مسئلہ ہے۔ حضورؐ کے بعد نبی تو نہیں آ سکتا لیکن میں بحث نہیں کر سکتی یہ علم والا مسئلہ ہے یہ کوئی علم والا کرے گا۔ دو جواب ہو گئے، تو اس کے بعد یہ کہہ دیجیو جیسے دکاندار کہتا ہے کہ فلاں مال تو میرے پاس نہیں فلاں مال میرے پاس ہے۔ جو ہوتا ہے پھر وہ بتاتا ہے سوائے میری بہنو، میری بیٹیو یہ کہہ دینا کہ حیاتِ مسیحؑ کا مسئلہ میری دکان میں نہیں چونکہ علم والا مسئلہ ہے یہ میں نہیں بیان کر سکتی، ختم نبوّت کی دلیلیں مجھے نہیں آتیں یہ علم والا مسئلہ ہے۔ مجھے ایک مسئلہ آتا ہے میں وہ تمہارے ساتھ کرتی ہوں۔ وہ کیا؟ کہ ”بھانو“ ایک عورت تھی، مرزا غلام احمد کے گھر رہتی تھی۔ جناب مرزا صاحب (دیکھئے میں نے گالی نہیں دی۔ ”جناب“ بھی کہتا ہوں اور ”صاحب“ بھی کہتا ہوں)۔ جناب مرزا صاحب جب لیٹ جاتے چارپائی پہ تو بھانو رات کے وقت میں مرزا صاحب کی چارپائی پہ بیٹھ کے ان کی ٹانگیں دباتی تھی) دکتاب ”سیرت المہدی“، مرزا غلام احمد کے بیٹے کی لکھی ہوئی، دشمن کی لکھی ہوئی کتاب بھی ان کی، لکھی ہوئی اس کے بیٹے کی)۔ بیٹا اپنے باپ کے متعلق لکھتا ہے کہ ”اباجی لیٹ جاتے تھے، بھانو ان کی ٹانگیں دباتی تھی“۔ تو میں نے کہا میری بیٹیوں تم یوں کہیو اس مرزائن عورت کو جو تمہارے گھر میں تمہیں مرزائی بنانے کے لئے آئے کہ بیٹا لکھتا ہے کہ میرے اباجی جو مرزا صاحب تھے ان کی ٹانگیں ایک عورت بھانو رات کو دباتی تھی۔ یہ کہہ کے میری بیٹی تم یہ کہہ دینا کہ غیر عورت سے ٹانگیں دلوانے والا تو کوئی آدمی شریف بھی نہیں ہو سکتا، نبی کیسے ہو سکتا ہے؟ — میرا کام نبی کی امّت کو بچانا ہے۔ میں اپنا گھر بچاتا ہوں۔ میں نے عورتوں کو سمجھایا۔ خدا گواہ ہے میں مسجد میں بیٹھا ہوں مجھے قصّے کا کوئی پتہ نہیں تھا وہاں ننکانے کے سکول میں کوئی استانی قادیانی ہے۔ میں تو جانتا ہوں کہ عورتیں تبلیغ کیا کرتی ہیں تو میں نے عورتوں سے کہا کہ یوں جواب دیجیو جب کوئی مرزائن آئے۔ سکول کی لڑکیاں اپنی ماؤں کے ساتھ جلسے میں آئی ہوئی تھیں۔ وہ یہ قصّہ سن گئیں۔ صبح جب پڑھنے گئیں تو اُن کی

استانی قادیانی تھی۔ لڑکیاں آگئیں، کمرہ بھر گیا، استانی بھی آئی، جب سبق پڑھانے کے لئے کھڑی ہوئی تو ایک لڑکی بولی، "استانی جی ایک بات تو بتاؤ کہ تمہارا مرزا جو تھا وہ بھانو سے مٹھیاں کیوں بھرواتا تھا، مرزا صاحب بھانو سے ٹانگیں کیوں دبوانے تھے؟" تو استانی نے کہا "چپ! سبق پڑھو"۔ تو ایک لڑکی اور کھڑی ہو گئی۔ اس نے کہا "نہیں استانی جی! پہلے یہ بتاؤ کہ تیرا مرزا بھانو سے مٹھیاں کیوں بھرواتا تھا؟" اس نے اسے بھی جھڑک دیا تو تین لڑکیاں اور کھڑی ہو گئیں اور کہنے لگیں "نہیں استانی جی پہلے یہ بات بتاؤ!" اس نے اور جھڑکا۔ ساری جماعت کھڑی ہو گئی۔ لڑکیوں نے کہا "استانی جی سبق پھر پڑھنا ہے پہلے اس بات کا جواب دو کہ تمہارا مرزا بھانو سے ٹانگیں کیوں دبواتا تھا؟" اب شور ہے کلاس میں۔ چھوٹی چھوٹی بچیوں نے استانی کا ناک میں دم کر دیا۔ وہ رو پڑی اور سکول چھوڑ کے چلی گئی اور اپنے باپ کو یہ کہا کہ یا سکول میں چھوڑ دوں اور یا تو یہ مذہب چھوڑ دے، رہوں بھی میں مرزائن اور پڑھاؤں سکول میں۔ اب یہ نہیں ہو سکتا۔ لڑکیاں نہیں پڑھتیں کہتی ہیں پہلے یہ بتاؤ کہ تیرا مرزا بھانو سے ٹانگیں کیوں دبواتا تھا۔ بتاؤ میں کیا جواب دوں؟"......

بقیہ: مجلسِ ذکر

اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جانا ہے۔ یہاں ہر طرف عبرت کے نشانات بکھرے ہوتے ہیں۔ اور زندگی کا ہر لمحہ آخرت کے راہی کو درسِ عبرت دیتا ہے ؎

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

پس اے برادرانِ عزیز! ہمیں اپنی آخرت سنوارنے کا کام کرنا چاہیئے اور دلوں کو اللہ کی یاد سے آباد کر کے جنت الفردوس اور رضائے ایزدی کا مستحق بننا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور بزرگانِ دین کے طفیل اپنی رضا کے تمغے دنیا و آخرت میں نوازے آمین یا الٰہ العالمین!

☆

اطلاعات و اعلانات

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی کا

پروگرام

۱۳ر اگست: صبح بذریعہ ریل کار عازمِ راولپنڈی ہوں گے۔ شام کو بعد از نماز مغرب مسجد قاضی نظام الدین محلہ امام باڑہ راولپنڈی میں مجلس ذکر ہوگی۔ نماز عشاء کے بعد مدرسہ کے سالانہ اجلاس میں شرکت فرمائیں گے۔

۱۴ر اگست: صبح عازمِ ایبٹ آباد ہوں گے۔

۱۶ر اگست: کو لاہور واپس تشریف لائیں گے۔

۱۹ر اگست: کو [illegible] ایکسپریس کے ذریعے حضرت مولانا عرض محمد صاحب مدظلہ کی درخواست پر مطلع العلوم بروری روڈ کوئٹہ کے سالانہ اجلاس میں شرکت کے لئے کوئٹہ روانہ ہونگے۔

(حاجی) بشیر احمد

دعائے صحت کی اپیل

بابائے مدارسِ عربیہ استاد الاساتذہ بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک شیخ الحدیث حضرت العلامہ مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ العالی گزشتہ چند روز سے علیل ہیں۔ آپ ان دنوں پشاور شہر کے لیڈی ریڈنگ ہسپتال کے پرائیویٹ وارڈ میں زیرِ علاج ہیں۔ مسلمانانِ پاکستان سے عموماً اور قارئین خدام الدین سے خصوصاً درخواست ہے کہ حضرت مولانا مدظلہ العالی کی صحت کیلئے بارگاہِ رب العزت میں گڑگڑا کر دعائیں مانگیں۔

حضرت اقدس کی ذات اس قحط الرجال کے دور میں اہل اسلام کے لئے اللہ جل شانہٗ کی رحمت ہے — رب العالمین مولانا صاحب کو تادیر دین حقہ کی خدمت کے لئے سلامت رکھے آمین ثم آمین۔

خاکپائے اکابر نور الحق نور۔ ناظم اعلیٰ انجمن اشاعت اسلام پشاور شہر

انجمن دعوۃ الحق کہروڑ پکا کے زیر اہتمام تبلیغی، مذہبی، اصلاحی پانچواں سالانہ سہ روزہ

مبارک اجتماع

۹، ۱۰، ۱۱، ستمبر مطابق ۲۳، ۲۴، ۲۵، جمادی الاوّل بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار منعقد ہو رہا ہے جس میں حضرت مولانا عبداللہ درخواستی، مولانا محمد علی صاحب جالندہری، مولانا مفتی محمود صاحب، مولانا عبدالستار تونسوی، مولانا نور الحسن شاہ بخاری، مولانا عبدالشکور دین پوری، مولانا ڈاکٹر مناظر حسین نظر، مولانا ضیاء القاسمی اور احمد بخش چشتی شرکت فرما رہے ہیں۔

(اراکین انجمن دعوۃ الحق کہروڑ پکا)

صدمہ

حاجی عبدالتواب صاحب صدر مجلس احرار اسلام (ایجنٹ خدام الدین و ترجمان اسلام) بہاولپور کا جوان سال فرزند نشتر ہسپتال ملتان میں اپریشن کی تاب نہ لا کر داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گیا۔ مرحوم کی میت کو حاجی صاحب کے مسکن ڈیرہ عزت نزد شہر بہاولپور لایا گیا — جہاں ۳ر اگست کو اس کی نماز جنازہ میں معززین شہر، علماء کرام قومی کارکن اور طلباء مدارس عربیہ نے شرکت کی — دارالعلوم مدنیہ کے اساتذہ اور طلباء نے ختم پاک کر کے مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کیا۔ مرحوم نے اپنے پسماندگان میں ایک خورد سال بچی ایک معصوم لڑکا اور بیوہ چھوڑے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو۔

اراکین مجلس احرار اسلام بہاولپور ایک قرارداد کے ذریعہ اپنے صدرِ محترم حاجی عبدالتواب سے اظہارِ ہمدردی کی ہے اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی ہے

شریکِ غم: بندہ محمد حسن چغتائی

راجہ محمد نذیر بی-اے سٹوڈنٹ رکن نماری مجلس مغربی پاکستان کراچی

قرۃ عینی فی الصلوٰۃ

مقصدِ تخلیق :- انسان اشرف المخلوقات ہے دنیا کی ہر چیز پر اسے فوقیت حاصل ہے۔ اپنے عزائم میں آزاد اور خود مختار ہے۔ اس کو دنیا کی کسی قوت کے سامنے نہیں جھکایا گیا انسان کے علاوہ ساری مخلوقات کو کھانا بھی جھک کر کھانا پڑتا ہے۔ لیکن انسان کھانا بھی بغیر جھکے آسانی سے کھاتا ہے اللہ تعالےٰ نے اسے تمام سہولیات سے نوازا ہے اور دنیا کی ہر قوت کو اسی کے آگے پامال کیا گیا ہے۔ الغرض دنیا کی ہر چیز کو اللہ تبارک و تعالےٰ نے انسان کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ جو کچھ دنیا میں ہے وہ صرف انسان ہی کے لئے ہے اور آخر انسان کو اللہ تعالےٰ نے کیوں پیدا فرمایا اس سوال کا جواب خود باری تعالےٰ نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ ○

ترجمہ :- ہم نے جنات اور انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ ہماری بندگی کریں ؎

بندہ آمد از برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

صرف یہی ایک مقصد ہے جس کے لئے انسان کو وجود بخشا گیا اور اَن گنت نعمتوں سے نوازا گیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو فقط اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ مقصدِ تخلیق صرف اللہ تعالےٰ کی یاد ہے جس کے مختلف طریقے ہیں نماز۔ روزہ ذکر و اذکار وغیرہ وغیرہ۔ یہ راقمُ صرف نماز کے متعلق کچھ عرض کرے گا۔

مشکلات اور مصیبتوں کا آسان حل نماز

اللہ تبارک و تعالےٰ نے انسان کو محض اپنی بندگی کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ اور عبادات میں جامع اور اہم ترین عبادت نماز ہے۔ قرآنِ پاک میں جس قدر روزہ نماز پر دیا گیا ہے کسی اور فریضہ پر نہیں دیا گیا نبی کریمؐ نے بھی نماز کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے۔ بزرگوں سے سنا ہے کہ جب نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم بیعت لیتے تھے تو اس وقت توحید و رسالت کے اقرار کے بعد نماز کی شرط لگایا کرتے تھے۔ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحبؒ محدّثِ دہلویؒ کا مشہور قول ہے۔ کہ قرآنِ حکیم میں جس قدر ذکر نماز کے متعلق آیا ہے اور کسی رکنِ اسلام کے متعلق نہیں آیا یعنی مولانا موصوف فرماتے ہیں کہ نماز کا ذکر کم و بیش سات سو جگہ پر آیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ وَاسْتَعِیْنُوْ بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ط (سورہ بقر آیت نمبر ۱۵۳)

ترجمہ :- اے ایمان والو۔ اللہ تعالےٰ سے صبر اور نماز سے مدد مانگو۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالےٰ سے مدد مانگنے کے دو طریقے ارشاد ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ اپنی مشکلات اور مصیبتوں میں صبر کرو۔ دوم یہ کہ نماز باقاعدگی سے پڑھے حاصل یہ نکلا کہ صبر۔ نماز کی پابندی اور ذکر اللہ ہی سے انسان اپنی مشکلات اور مصیبتوں سے چھٹکارا حاصل کر سکتا ہے۔ یعنی انسان مشکلات اور مصیبتوں میں بھی ذکر الٰہی میں مشغول رہے اور اگر سجدہ کرے تو اللہ تعالےٰ کو اور اگر اپنی جبینِ نیاز کو جھکائے تو اُسی ربُّ العالمین کے سامنے جھکائے اور اگر گرے تو اُسی ذات بابرکات کے سامنے جس نے ساری کائنات کو پیدا فرمایا ہے۔

حدیثِ مبارکہ :- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی سخت امر پیش آتا تھا تو نماز کی طرف فوراً متوجہ ہوتے تھے۔ (احمد۔ ابوداؤد) وغیرہما)

حضرت مولانا محمد ذکریا صاحب محدّث مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور نے اس حدیث کا طویل فائدہ بمعہ قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ بیان فرمایا ہے۔ اس میں سے کچھ تحریریں آپ کی خدمت اقدس میں بھی تحریر کی جاتی ہیں۔

نماز اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے۔ اس لئے ہر پریشانی کے وقت ادھر متوجہ ہو جانا گویا اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف ہو جانا ہے۔ اور جب رحمتِ الٰہی شاملِ حال ہو تو پھر کیا مجال کسی پریشانی کی کہ باقی رہے بہت سی روایتوں سے مختلف طور سے یہ مضمون وارد ہوا ہے اصحابہ اکرام رضی اللہ عنہمُ اجمعین جو ہر قدم حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کا اتباع فرمانے والے ہیں۔ اُن کے حالات میں بھی یہ چیز نقل کی گئی ہے۔

حضرت ابو درداؓ فرماتے ہیں کہ جب آندھی چلتی تو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم فوراً مسجد میں تشریف لے جاتے تھے۔ اور جب تک آندھی بند نہ ہو جاتی مسجد سے نہ نکلتے تھے اور اسی طرح جب سورج یا چاند گرہن ہو جاتا تو حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم فوراً نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے۔

برائیوں سے نجات :- اللہ تبارک و تعالیٰ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ○

ترجمہ :- بیشک نماز بے حیائی اور بری بات سے روکتی ہے!

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو نماز بری بات سے نہیں روکتی اور نامناسب حرکتوں کو نہ روکے وہ نماز بجائے اللہ کے قرب کے اللہ سے دوری پیدا کرتی ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کرتے ہیں۔ کہ جس شخص کی نماز اس کو بُری باتوں سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں۔ اس نماز کی وجہ سے اللہ سے دوری پیدا ہوتی ہے۔ حضرت ابنِ عمرؓ نے بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل فرمایا ہے۔ (فضائل نماز)

نمازوں کی حفاظت کا ذکر :- قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالےٰ ہوتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ○ (سورہ مومنون آیت نمبر ۹)

ترجمہ :- اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

عالمِ باعمل قطب الاقطاب شیخ التفسیر حضرت مولانا الحاج احمد علی صاحبؒ لاہوری اپنے رسالہ "فلسفہ نماز" میں بعنوان "ترکِ اسلام" کی سزا درج ذیل حدیث بیان فرماتے ہیں۔

عبد الرحمٰن بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے ایک دن نماز کا ذکر فرمایا کہ جس شخص نے نماز کی حفاظت کی نماز اس کے لئے قیامت کے دن نور ہو گی اور اس کے ایمان کی دلیل ہو گی اور اس کے لئے ذریعہ نجات قرار دی جائے گی اور جس شخص نے اس کی حفاظت نہ کی نہ اس کے لئے نور ہو گی نہ ایمان پر دلیل بنے گی اور نہ اس کے لئے ذریعہ نجات ہو گی اور وہ شخص قیامت کے دن قارون۔ فرعون۔ ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہو گا۔ (یعنی دوزخ میں۔)

(رواہ احمد والدارمی والبیہقی فی شعب الایمان)

نماز مؤمنوں کی معراج ہے :- اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں کی سیر کرائی یہ اصلی معراج شریف صرف نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے مخصوص تھا اس اس معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی یادگار نماز ہے جو مومنوں کے لئے معراج ہے۔ اور جو سب مسلمانوں کا حصّہ ہے اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے الصلوٰۃ معراج المومنین۔ نماز مومنوں کے لئے معراج ہے۔

نماز اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے - نماز اللہ تعالےٰ کی بہت بڑی رحمت ہے جب انسان مشکلات اور پریشانیوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف (یعنی نماز کی طرف آ جاتا ہے۔ تو وہ رحمت الٰہی کی آغوش میں آ جاتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس پر رحمتیں نازل فرمانا شروع کر دیتے ہیں۔

حضرت ابی اُمامہ رضی اللہ تعالےٰ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہ جب بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ تو اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور وہ پردے اٹھ جاتے ہیں۔ جو بندے اور خدا کے درمیان حائل ہوتے ہیں۔

فرضیت و اہمیت

نماز ہر مسلمان عاقل بالغ مرد عورت پر فرض ہے اس کی فرضیت قرآن و سنت سے ثابت ہے۔

ایک اور جگہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ق وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○

ترجمہ: سب نمازوں کی حفاظت کیا کرو اور خاص کر) درمیانی نماز کی اور اللہ کے لئے ادب سے کھڑے رہا کرو۔

(سورہ بقرآیت نمبر ۲۳۸)

حاشیہ شیخ التفسیر احمد علی صاحب لاہوریؒ۔

خلاصہ مضمون: ساری نمازوں پر پوری حفاظت کرو اور اگر اس قاعدہ پر پورا عمل نہ ہوسکے رجالاً و رکباناً پڑھ لو اور امن قائم ہو جانے کے بعد پھر اصلی صورت میں قانون کی پابندی کرو اسی طرح تمہارے قانون تدبیر منزل اور سیاست مدینہ دے دیا گیا ہے اب اس کو پوری حفاظت کرو اور اگر کوئی دقت پیش آجائے تو توحئی الوسیع عمل کرو اور ضرورت رفع ہونے کے بعد پھر اصل قانون کی طرف عود کرنا اور یہ اجازت بحالت اضطرار ہوگی ماخذ حٰفظو علی الصّلٰوة فان خفتم فرجالاً اورکباناً فاذا امنتم فاذکروا اللہ۔

حدیث شریف: حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان مرد عورت پر دن رات پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب ان کی عمر سات سال کی ہو جائے اور نماز نہ پڑھنے پر ان کو مارو جب ان کی عمر دس سال یعنی وہ دس سال کے ہو جائیں اور ان کو اپنے بستروں سے علیحدہ یعنی جدا سلاؤ۔ (ابوداؤد)

نماز کی اہمیت: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کی نماز نہیں اس کا دین نہیں دین میں نماز کا وہی مقام ہے جو جسم کے اندر سر کا۔

چونکہ نماز تمام عبادات میں جامع اور اعلیٰ مقام رکھتی ہے اور دین کا ستون ہے۔ اس لئے جس نے نماز کو قائم رکھا۔ اس نے اپنے دین کو قائم رکھا اور جس نے نماز کو قائم نہ رکھا گویا اس نے دین کی عمارت کو گرا دیا۔

؎ روز محشر کہ جاں گداز بود
اوّلیں پرسش نماز بود

حدیث شریف میں آتا ہے۔ نماز اللہ کی رضا ہے۔ یہ فرشتوں کی محبوب چیز ہے۔ انبیاء اکرام علیہم الصلوٰۃ و سلام کی سنّت ہے اس سے معرفت کا نور پیدا ہے۔ دعا قبول ہوتی ہے۔ رزق میں برکت ہوتی ہے یہ ایمان کی جڑ ہے بدن کی راحت ہے دشمن کے لئے ہتھیار ہے نمازی کے لئے سفارشی ہے قبر میں چراغ ہے اور اس کی دحشت میں دل بہلانے والی ہے۔ منکر و نکیر کے سوال کا جواب ہے اور قیامت کی دھوپ میں سایہ ہے اور اندھیرے میں روشنی ہے۔ جہنم کی آگ کے لئے آڑ ہے اعمال کے ترازو کا بوجھ ہے۔ پل سراط پر جلدی سے گذارنے والی ہے جنت کی کنجی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ملاحظہ ہو۔

قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ ط

میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

آخر میں میں اللہ تبارک و تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہمیں صحیح نماز پڑھنے کا عادی بنا دے۔ (آمین)

بقیہ: احادیث الرسولؐ

تو پناہ مانگتے، پھر رکوع کیا اور اس میں سبحان ربی العظیم پڑھنا شروع کیا۔ تو آپؐ کا رکوع بھی آپؐ کے قیام کے برابر تھا۔ پھر آپؐ نے رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے "سمع اللہ لمن حمدہ ربّنا لک الحمد" فرمایا پھر آپؐ نے سجدہ کیا اور اس میں "سبحان ربّی الاعلیٰ" فرمایا۔ سو آپؐ کا سجدہ بھی قیام کے قائم مقام تھا (اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے)

بقیہ: امیر شریعت رحؒ

باہر چلا جائے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ شاہ جی علی گڑھ تشریف لے گئے۔ جلسہ منعقد ہوا۔ یونیورسٹی کے لڑکوں نے شور مچا دیا۔ اور شاہ جی کی تقریر سننے کے لئے کسی قیمت پر راضی نہ ہوئے آخر کار شاہ جی نے طلباء سے فرمایا۔ کہ قرآن کا ایک رکوع سنا لینے دو پھر میں جلسہ تمہارے احترام میں ختم کر دوں گا۔ بچے راضی ہو گئے۔ شاہ جی نے ایک رکوع اس کیف و سرور میں ڈوب کر پڑھا کہ تمام سامعین مست ہو گئے آپ نے رکوع پڑھنے کے بعد طلباء سے دریافت فرمایا کہ بیٹا اس کا ترجمہ بھی سنا دوں؟ لڑکوں نے کہا ہاں ضرور سنا دیجئے۔

اب شاہ جیؒ نے تلاوت سے ترجمہ اور ترجمہ سے تفسیر اور تفسیر سے تقریر شروع فرما دی۔ یہاں تک کہ صبح کی اذان ہو گئی۔ شاہ جیؒ نے فرمایا کہ بھئی بس جلسہ ختم ہوتا ہے۔ لڑکوں نے شور مچایا — شاہ جی کچھ اور شاہ جی کچھ اور۔

شاہ جی نے فرمایا۔

"بیٹو! تقریر تو آئندہ ہی کبھی سناؤں گا"

غرضیکہ حضرت شاہ صاحب کا قرآن

بقیہ:- خطبہ جمعہ

کہ ان کے نقشِ قدم پر چل کر اپنی زندگیاں حصولِ رضائے ایزدی کی خاطر وقف رکھیں اور ان کے عادات و خصائل اپنا کر بارگاہِ خداوندی میں مقبول و محبوب بنیں۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے متبعین کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے کہ یہی راہ نجات کی راہ ہے۔ آمین یا اللہ العالمین۔

جامع مسجد ٹھٹھی حمزہ سناواں ضلع مظفر گڑھ میں سیرت النبیؐ پر

عظیم الشان اجلاس مقدس

۱۵ ستمبر ۱۹۶۶ء مطابق ۲۸ جمادی الاول ۱۳۸۶ھ بروز جمعرات ایک جلسہ منعقد ہو رہا ہے جس میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کے معتمد خاص حضرت مولانا ڈاکٹر مناظر حسین نظر ایڈیٹر خدام الدین لاہور، بزرگ صالح جناب سید نذیر احمد قریشی، قریشی کلاتھ سناواں، بلبل پنجاب مداح رسول احمد بخش چشتی خطاب فرمائیں گے۔

(صوفی عبدالحمید۔ سناواں ضلع مظفر گڑھ)

درسگاہ نیازیہ بلاک سی ضلع ڈیرہ غازیخان کا تین روزہ

تبلیغی جلسہ

بتاریخ ۱۲، ۱۳، ۱۴ اگست بروز جمعہ ہفتہ، اتوار ہوگا جس میں حضرت مولانا قائم الدین صاحب اور حضرت مولانا قاری عبدالحی صاحب اور دوسرے مقررین تقاریر فرمائیں گے۔ (حافظ نیاز احمد درسگاہ نیازیہ ڈیرہ غازیخان)

گمشدہ بچے کی تلاش

فاروق احمد شاہ ولد میاں شیر شاہ مرحوم عمر تیدرہ سال قد لمبا اور رنگ سانولا سکنہ حویلی بہادر شاہ ضلع جھنگ سکول جاتا ہوا بھاگ گیا ہے۔ اس کے گھر والے بہت پریشان ہیں۔ وہ جہاں کہیں بھی ہو اپنا پتہ بتائے یا ایک دفعہ ضرور گھر آکر مل جائے۔ جو کچھ وہ پڑھنا چاہے اپنی خوشی کے مطابق پڑھ سکتا ہے اس کو کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ہو گی۔

اگر کسی کو اس کے متعلق علم ہو تو مندرجہ ذیل پتہ پر اطلاع دے کر ثواب دارین حاصل کریں۔

مولوی محمد یوسف اندرون غلہ منڈی مکتبہ قادریہ ٹوبہ ٹیک سنگھ

بنانا مردہ دلوں کو زندگی اور ارواح کو تازگی بخشتا ہے۔ (باقی باقی)

بچوں کا صفحہ

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

اعجاز احمد، سنگھانوی

پیدائش سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ یوم جمعہ بوقت سحر ۱۴ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۱ء کو پٹنہ صوبہ بہار (بھارت) میں پیدا ہوئے۔

نام ونسب دادا کے خاندان والوں نے عطاء اللہ اور نانا کے خاندان کی طرف سے شرف الدین احمد نام رکھا گیا۔ آپ کی کنیت ابو العطاء یا خطاب امیر شریعت اور تخلص ندیم تھا۔

شاہ جی کے والد صاحب کا نام حافظ سید ضیاء الدین احمد اور دادا کا نام سید نورالدین احمد تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب چھتیسویں ۳۶ پشت میں حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب کو اپنے سلسلۂ نسب پر بجا طور پر فخر تھا اور اس کا اظہار وہ مختلف مجالس میں فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ عدالت میں بیان دیتے ہوئے جج کے سامنے فرمایا:۔

"میں بیٹا علیؓ کا ہوں۔ جی میرا بھی چاہتا ہے کہ انہی کو سب کچھ کہوں لیکن عمرؓ چھوڑتے نہیں وہ خود منواتے ہیں۔ عمرؓ کو نکال دیجئے۔ پھر اسلام کی تاریخ میں رہ کیا جاتا ہے"

ایک دوسرے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"میرا علیؓ فاتح خیبر تھا۔ جب دیکھا کہ سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے تو خاموش رہے۔ جب کچھ خلل نظر آیا تو ہاشمی خون گرم ہو گیا۔ میرے جسم میں بھی ہاشمی خون دوڑ رہا ہے۔ تم دیکھتے ہو۔ پچیس ۲۵ برس سے برطانیہ جیسی جابر حکومت کے خلاف ڈٹا ہوا ہوں۔ صدیاں گذر جانے کے بعد بھی میرے ہاشمی خون کا یہ عالم ہے تو حضرت علیؓ کے خون کی تیزی کا آپ خود ہی اندازہ لگا لیں۔"

خاندانی حالات حضرت شاہ صاحب کے آباؤ اجداد بخارا سے آ کر کشمیر میں آباد ہو گئے تھے۔ آپ کے بزرگوں میں سے سید اکمل الدین بخاریؒ سب سے پہلے دہلی تشریف لائے۔ اور حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی قدس سرہ سے بیعت ہوئے۔ حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلویؒ، حضرت مرزا مظہر جان جاناں دہلوی قدس سرہ کے خادم خاص اور معتمد علیہ تھے۔

شاہ جی کے دادا سید نورالدین بخاریؒ شیخ طریقت کی تلاش میں جب حضرت خواجہ شمس الدین صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تو حضرت خواجہ صاحبؒ انہیں دیکھتے ہی سروقد کھڑے ہو گئے۔ چند دن رکھ کر سند ارشاد اور دستار خلافت سے نوازا۔

حضرت امیر شریعت کی نانی صاحبہ قطب العالم امام الواصلین والعارفین حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی قدس سرہ کی نواسی تھیں جو ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے اثرات و نتائج دہلی سے نکل کر بہار میں پناہ گزینی پر مجبور ہوئیں۔ اور وہاں سادات اندراب کے ایک نامور فرد سے ان کا عقد ہوا۔

شاہ جی کے پرنانا (یعنی شاہ جی کی والدہ محترمہ کے دادا) میر سید عبدالسبحان صاحب اندرابیؒ کشمیر سے پٹنہ جاتے وقت موضع سرہالی ضلع گجرات میں ٹھہرے تھے۔ حضرت شاہ صاحب کے بزرگوں کی مہمان نوازی دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ اور تعلقات کا رشتہ استوار ہو گیا۔ چنانچہ شاہ صاحب کے والد جب اپنے چچا صاحبان کے ساتھ تجارت کی غرض سے پٹنہ گئے تو حکیم سید احمد شاہ اندرابی کے مکان پر ہی قیام کیا ان کے زہد و تقویٰ اور قناعت سے متاثر ہو کر اپنی صاحبزادی محترمہ سیدہ فاطمہ اندرابی کا عقد حافظ سید ضیاء الدین صاحب سے کر دیا۔

حضرت شاہ صاحب کے نانا سید احمد مرحوم خوش الحان حافظ اور عالم دین طبیہ کالج لکھنؤ کے مستند حکیم حاذق اور زبان و بیان پر قدرت رکھنے والے تھے۔

غرضیکہ حضرت شاہ صاحب ددھیالی اور ننھیالی دونوں اعتبار سے ہر طرح ممتاز اور صاحب فخر بزرگ تھے۔

تربیت شاہ جی چار برس کے تھے کہ والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا۔ شاہ جی کی پرورش ان کے والد صاحب نے خود فرمائی۔ یہاں تک کہ نو برس تک اپنے پاس سلاتے رہے۔ جب دس برس کے ہوئے تو والد صاحب نے پٹنہ سے ناگڑیاں ضلع گجرات کا رخ کیا اور یہاں آ کر دوسرا عقد فرما لیا اور ۱۹۲۹ء میں وفات پا گئے۔

دوسری والدہ محترمہ ابھی تک بقید حیات ہیں ان سے ایک فرزند حافظ عطاء الرحمٰن صاحب ہیں جو گجرات میں کپڑے کے تاجر ہیں۔ ان والدہ صاحبہ سے ایک ہمشیرہ بھی تھیں۔ سترہ اٹھارہ برس کی عمر میں شاہ جی نے پٹنہ سے پنجاب کا رخ فرمایا۔

تعلیم شاہ جی نے ابتدائی کتابیں اپنے نانا ہی سے اپنے گھر میں پڑھیں اور قرآن کریم حفظ فرمایا۔

سلطان عبدالمجید خان سلطان ترکی مرحوم کی بیٹی کے بچوں کے اتالیق ایک عرب قاری سید عمر عاصم صاحب تھے۔ کسی بات پر وہاں سے چلے آئے اور پٹنہ میں خواجہ عنبر کی مسجد میں قرآن مجید کا درس دینے لگے۔ قدرت نے انہیں لحن داؤدی عطا فرمایا تھا۔ جب قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تو ہندو مرد، عورتیں اور بچے بھی ان کی خوش آوازی کا لطف لینے کے لئے بیخود ہو کر مسجد کے دروازے پر آ کر جمع ہو جاتے اور ان سے دم کرایا کرتے۔

قاری صاحب بے حد خود دار اور غیرت مند تھے کسی سے پھوٹی کوڑی تک لینے کے روادار نہ تھے۔ اپنے گھر میں گھڑیوں کی مرمت کرتے اور اس سے اپنی روٹی کا بندوبست فرماتے۔ شاہ جی نے پہلے پہل ان کی قرأت کا چربہ اتارا انہوں نے سن پایا تو بہت محظوظ ہوئے اور پھر باقاعدہ مشق کراتے رہے۔ یہی وجہ تھی کہ شاہ جی جب بھی قرآن کی تلاوت فرماتے تو لوگ مسحور ہو جاتے اور کیا مجال ہے کہ کوئی اٹھ کر جلسہ گاہ سے

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

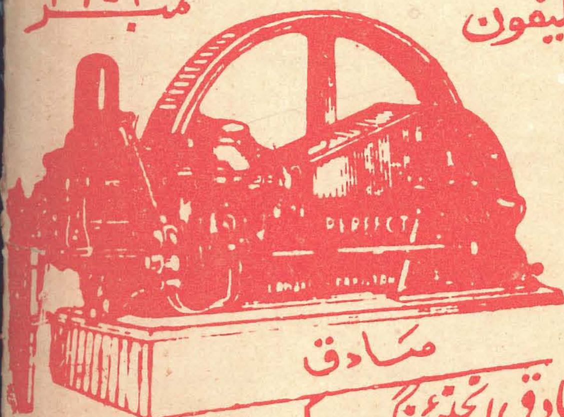
رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"

LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ر مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ر ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD ۹-۲-۷۶۷/۹/۳۹ مورخہ ۲۴- اگست ۱۹۶۴ء



فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا